الجمال والکمال

جواب

الیمین علی الشمال

بجواب

ارسال الیدین

از

حضرت العلامہ مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

۱۹۵۸ء میں جریدہ "الفاروق" دارالہدیٰ چوکیرہ سے

شائع ہوتا تھا جس میں ایک مضمون چھ قسطوں میں چھپتا رہا

جس کا عنوان "الجمال والکمال بوضع الیمین علی

الشمال" تھا۔ اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ کسی

شیعی علی اطہر نے ایک رسالہ بنام "ارسال الیدین" تصنیف

کر کے "الفاروق" کے دفتر میں بھیجا۔ اور اس کا جواب لکھنے کی

دعوت دی۔ میرے مرحوم دوست پیر احمد شاہ بخاری نے یہ ذمہ داری

مجھے سونپ دی۔ چنانچہ میں نے یہ مضمون "الفاروق" کے دفتر

میں ارسال کر دیا جو کئی قسطوں میں شائع ہوا۔ اس

کی افادیت کے پیش نظر اب اسے کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے،

وما توفیقی إلا باللہ

اللہ یار خان چکڑالہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اور اولاد آدم اس پر آباد ہے۔ یہاں مختلف عقول کے انسان بستے ہیں۔ چونکہ عقول مختلف ہیں اس لئے اختلاف آراء لازمی امر ہے۔ کسی انسان کی رائے کسی چیز کے متعلق کچھ ہے کسی کی کچھ اور سچ پوچھو تو اس سے دنیا کی رونق وابستہ ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

دیکھئے نماز اللہ تعالےٰ کے حکموں میں سے ایک بہت ضروری حکم ہے اور عظیم الشان حکم ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ نماز فرض ہے۔ شیعہ ہو یا اہلِ سنت سب اس بات پر متفق ہیں کہ نماز احکام رب العالمین میں سے ایک عظیم حکم ہے اور ہم پر فرض ہے۔ البتہ طریقہ نماز میں ضرور کچھ اختلاف دکھائی دیتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ دوسرے لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ فریقین اپنے اپنے دلائل پیش کرتے آئے ہیں، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اگرچہ یہ کوئی اصولی اختلاف نہیں لیکن دورِ حاضرہ میں اسے اصولی مسئلہ کی حیثیت دینے کی کوشش کی جارہی ہے یہاں تک کہ عوام ہاتھ باندھنے اور ہاتھ کھولنے ہی کو اہلِ تشیع اور اہلِ سنت میں بنیادی اختلاف قرار دیا کرتے ہیں۔

دفتر "الفاروق" میں ایک رسالہ بنام "ارسال الیدین" موصول ہوا ہے۔ جس کا جواب لکھنے کی "درخواست" کی گئی ہے۔ اس رسالہ کے مصنف کوئی علی اطہر صاحب ہیں۔ اگرچہ رسالہ کا جواب لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن ہمدردان الفاروق کے مطالبہ پر اس کا جواب لکھنا ضروری ہوگیا۔ انشاء اللہ "الفاروق" کے صفحات میں اس کا جواب پیش کروں گا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ کے دربار میں دست بدعا ہوں کہ حق لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ضد اور تعصّب و عناد سے محفوظ رکھے۔

ناچیز: اللہ یار خاں، چکڑالہ

علی اطہر صاحب: اس رسالہ کی غرض اصلی اس امر کی تحقیق ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی چاہیئے جو طریقہ شیعہ ہے یا ہاتھ باندھ کر جو طریق اہل سنت ہے۔ مگر اس تحقیق کا مدار صرف کتب معتبرہ اہل سنت پر ہو نہ کہ شیعہ پر۔
(ارسال الیدین ص۱)

اللہ یار خاں: قارئین کرام "کتب اہل سنت" کے جملے کو ذہن میں محفوظ رکھیں۔ آگے چل کر آپ خود دیکھ لیں گے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

علی اطہر صاحب: اس مسئلہ (یعنی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے) میں اہل سنت کے چار مذہب ہیں جس کو عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں ان الفاظ میں لکھا ہے:

واجمعوا علی انہ یسن وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ الا فی روایۃ عن مالک وھی المشھورۃ انہ یرسل یدیہ ارسالاً وقال الاوزاعی بالتخییر۔	اجماع کیا ہے آئمہ اہل سنت نے کہ سنت ہے رکھنا داہنے کا بائیں ہاتھ پر نماز میں مگر امام مالک سے ایک روایت ہے اور وہ مشہور ہے کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور اوزاعی قائل تخییر کے ہیں۔

اللہ یار خاں: مولوی صاحب کے دعوے اور اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا عبارت میں کچھ جھوٹ ہیں، کچھ بدحواسیاں۔ جھوٹ تو شاید تقیہ کے ثواب لوٹنے کی غرض سے بولے گئے ہیں اور بدحواسیاں اس کا لازمی نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔

۱۔ دعویٰ یہ کیا ہے کہ اہل سنت کے اس مسئلہ میں چار مذہب ہیں اور دلیل جو پیش کی اس میں تین مذہب بیان ہوئے۔

(۱) ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا جس پر امت کا اجماع ہے۔

(ب) ایک مشہور روایت امام مالک کی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بارے میں یعنی صرف ایک روایت ہے امام مالک کا مذہب نہیں۔

(ج) امام اوزاعی کا تخییر کا قائل ہونا۔

پڑھنے والے کے ذہن میں لازماً یہ سوال پیدا ہوگا۔ دعویٰ چار کا کیا تھا وہ چوتھا کہاں ہے۔ وہ لازماً اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ اس جھوٹ میں بدحواسی بھی شامل ہے۔

۲۔ دوسرے جھوٹ سے مولوی صاحب کی علمیت اور قابلیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رحمۃ الامۃ کتاب علامہ شعرانی کی نہیں بلکہ عبدالرحمٰن دمشقی کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر انہوں نے جان بوجھ کر یہ لکھا ہے تو عمداً تقیہ کا ثواب لوٹا ہے اور اگر وہ اصل مصنف کو جانتے نہیں تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے۔

جناب کا دعویٰ یہ تھا کہ میں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ارسال للیدین کا ثبوت پیش کروں گا مگر اول وہلہ میں جو کتاب بطور شہادت کے پیش کی۔ اس کے مصنف سے بھی بے خبر ہیں۔ پھر اس سے بڑی جہالت یہ کہ اظہر صاحب کو اتنا علم بھی نہیں کہ اہل سنت کے ہاں معتبر کتابیں کون سی ہیں اور غیر معتبر کونسی

۳۔ مولوی صاحب خود بیان کر رہے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے پر اجماع امت ہے۔ پھر اس اجماع کے مقابلہ میں ایک روایت اور ایک قول پیش کر کے دوسرا اور تیسرا مذہب قرار دے رہے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ اجماع کے مقابلے میں ایک روایت یا ایک قول کیا حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اظہر صاحب کی اصول سے واقفیت کا حدوداربعہ ہے۔

اس ایک روایت کی حقیقت آئندہ صفحات میں کھول کر بیان کی جائے گی۔

بہرحال قارئین کرام پر واضح ہوگیا کہ علی اظہر صاحب کا دعویٰ کہ "میں کتب معتبرہ اہل سنت سے ثبوت پیش کروں گا" کہاں تک درست ہے۔ اظہر صاحب کی واقفیت کے لئے ہم یہ بتائے دیتے ہیں کہ اہل سنت کے ہاں کتب معتبرہ اور ان کی ترتیب کیا ہے

۱۔ قرآن کریم۔

۲۔ حدیث رسولؐ۔ اس میں اول درجہ میں بخاری، مسلم اور موطا امام مالک ہیں۔

دوسرے درجہ میں ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور تجرید الصحاح از علامہ رزین

(جامع الاصول ابن اثیر) اور مسند امام احمد۔

ان کے علاوہ سب کتب میں رطب و یابس ملا ہوا ہے۔ تفصیل کی ضرورت ہو تو شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ اور فتح الملہم شرح مسلم دیکھیے۔

یہ نہ سمجھا جائے کتب مذکورہ کے رواۃ پر جرح نہیں ہوتی۔ ان کے رواۃ پر یقیناً جرح ہوتی ہے۔ ہم یہ کبھی نہیں کرتے کہ "راوی کہتا ہے" کہہ کر جو جی میں آئے سُنا دیں، اور سنتے رہیں۔

علی اطہر صاحب۔ معلوم ہوا کہ ہر امام کا مذہب جُداگانہ ہے۔ ایک ہاتھ کھولتا ہے۔ دوسرا سینے پر، تیسرا زیر ناف رکھتا ہے۔ چوتھا کہتا ہے جہاں چاہو رکھو۔ جس سے ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس نتیجے پر ضرور پہنچتا ہے کہ یہ مذہب رسول اللہ سے نہیں لیا گیا۔ نہ ان کے طریقے پر ان کا عمل ہے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے کہ حضرت کا کوئی خاص معمول تھا جس کے مطابق آپ نماز پڑھتے تھے۔ اگر مذہب کے اصول و فروع آپ سے ماخوذ ہوتے تو ان میں اختلاف نہ ہوتا۔

اللہ یار خاں: شیعہ سنی تنازعہ وضع یدین کے محل میں نہیں بلکہ ہاتھ باندھنے اور کھولنے میں ہے۔ اطہر صاحب کو ارسال الیدین کا ثبوت بہم پہنچانا تھا۔ اپنے دعوے کا ثبوت پیش کر نہ سکے تو محل وضع یدین کا اختلاف پیش کر کے بات ٹال دی۔ رہی یہ بات کہ "سنی مذہب کے اصول و فروع رسولِ خداؐ سے ماخوذ نہیں ورنہ یہ اختلاف نہ ہوتا"

اطہر صاحب کو اپنے گھر کے اندر بھی جھانک لینا چاہیئے تھا۔ شیعہ مذہب تو سارے کا سارا اختلاف کا ایک جنگل ہے۔ جس میں ہدایت کی کوئی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی۔ نمونہ

۱۔ شیعہ مذہب میں عورتوں کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور باندھ کر پڑھتی ہیں۔ اور مرد ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں۔ (اگر اتفاقاً پڑھنی پڑے) معلوم ہوا کہ شیعہ نماز رسولِ خدا[۴] سے ماخوذ نہیں ورنہ یہ اختلاف نہ ہوتا۔ ملاحظہ ہو شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی۔ طبع نولکشور لکھنو

عن حریز قال اذا قامت المراۃ فی الصلوۃ جمعت بین قدمیھا وتفرج بینھا وتضم یدیھا الی صدرھا لمکان ثدیھا	حریز کہتا ہے عورت جب نماز میں کھڑی ہو تو دونوں قدموں کو جمع کر کے رکھے اور اُن میں فراخی نہ کرے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ پر دونوں پستانوں کی جگہ رکھے۔

دو اماموں یعنی باپ بیٹے میں اختلاف۔

استبصار ص۱۴۵ پر مرقوم ہے۔ ابوبصیر سے روایت ہے امام صادق سے کہ میں نے عرض کی فجر کی سنتیں کس وقت پڑھوں تو امام نے جواب دیا طلوع فجر کے بعد۔ ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے امام صادق سے کہا کہ آپ کے والد بزرگوار امام باقر نے مجھے حکم دیا تھا کہ طلوع فجر سے پہلے پڑھیں۔ پس فرمایا امام صادق نے کہ اے ابومحمد تحقیق شیعہ میرے والد کے پاس طالب ہدایت ہو کر آتے تھے تو مسئلہ حق ان کو بتلاتے تھے۔ اور میرے پاس شیعہ شک لے کر آتے ہیں۔ میں ان کو تقیہ کر کے فتویٰ دیتا ہوں۔

اب اگر کوئی کہے کہ امام نے تقیہ کر کے کلمہ پڑھا تھا تو شیعہ اس کی تردید کیونکر کریں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ شیعہ مذہب رسولِ خداؐ سے ماخوذ نہیں بلکہ شیعہ اماموں اور شیعوں کے درمیان ایک دنگل کا سماں پیش کرتا ہے۔

(۳) عن ابی عبداللہ انہ قال انی اتکلم علی سبعین وجھا لی فی کلھا المخرج وابصار عن	امام جعفر نے فرمایا کہ میں ایسی گفتگو کرتا ہوں جس کے ستر پہلو نکل سکتے ہیں اور ہر پہلو میں میرے نکلنے کا راستہ ہوتا ہے۔

ابی بصیر قال سمعت اباعبداللہ	نیز ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام
انی اتکلم بالکلمۃ الواحدۃ لہا	جعفر سے سنا۔ فرماتے ہیں میں ایسی بات
سبعون وجہا ان شئت اخذت	کہتا ہوں جس کے ستر معنی نکل سکتے ہیں
کذا وان شئت اخذت کذا۔	چاہوں تو یہ مطلوب لوں چاہوں تو وہ
(اساس الاصول صہ۵۱ علامہ دلدار علی	وہ مفہوم لوں۔

شیعہ مجتہد)

اب کون کہے کہ شیعہ مذہب رسول خدا سے ماخوذ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا معمول اظہر من الشمس ہے۔ محل کا ثبوت حضورؐ سے منقول نہیں اس میں توسع ہے۔ یعنی ہاتھ رکھے جہاں چاہے مگر باندھے ضرور۔

علی اظہر صاحب : معلوم ہوا کہ بغرض تفریق جماعت اور فرقہ بندی قائم کرنے کے لئے ایک ایک امام نے ایک ایک خاص صورت نکالی کہ مسلمانوں کی جماعت متفرق ہوئی۔

اللہ یار خاں : کسی امام نے کوئی صورت اپنی طرف سے تجویز نہیں کی نہ بنائی ہر ایک نے جناب خاتم الانبیاءؐ کی حدیث پر عمل کیا۔ اسی پر اہل بیت عظام عمل پیرا رہے اور یہی مذہب آئمہ اربعہ اہل سنت کا ہے۔ اسی پر امام مالک عمل کرتے رہے اور حکم دیتے رہے۔

(الفاروق ۵۸-۲-۱)

از مولانا اللہ یار خاں صاحب : ———— ۵۸-۳-۱

قال الشیخ ابو اسحاق الشیرازی فی اللمع۔

صفحہ ۵۴ مطبوعہ مصر (باب مایرد بہ خبر الواحد)

اذا روی الخبر ثقۃ ردّ بامور والثالث ان یخالف اجماع فیستدل بہ علی انہ منسوخ اولا اصل لہ انہ لا یجوز ان یکون صحیحا و تجتمع الامۃ خلافہ۔

ترجمہ: "شیخ ابو اسحاق شیرازی نے اللمع فی الاصول میں ایک باب باندھا ہے۔ بیان اس چیز کا جس کی وجہ سے خبر واحد رد کی جائیگی۔ جب ثقہ راوی بیان کرے تو بھی کئی وجوہ کی بنا پر حدیث رد کی جائے گی۔ اور تیسری وجہ یہ کہ حدیث مخالف اجماع کے آجائے تو سمجھا جائیگا کہ یہ منسوخ ہے یا اس حدیث کا کوئی اصل ہی نہیں یعنی موضوع ہے اس واسطے کہ یہ جائز ہی نہیں کہ حدیث صحیح ہوتی اور امتِ رسولؐ اس کیخلاف اتفاق کر لیتی۔"

فائدہ: جب صحیح حدیث مخالف اجماع آجائے تو غیر مقبول ہے لازماً اس کو چھوڑنا پڑے گا۔ اس لئے کہ یا تو اس کی تطبیق کی جائے یا تاویل کی جائے گی یا منسوخ یا موضوع ہوگی۔ تمام امت کو گمراہی پر محمول نہ کیا جائے گا۔ جب اظہر علی صاحب خود رحمت الامت سے اجماع آئمہ ہاتھ باندھنے پر بیان کر چکے ہیں اور آئندہ بھی اجماع و اتفاق بیان کرینگے تو خود ہی فرمائیں اس اجماع کے مخالف ابن القاسم کی روایت کی کیا قدر ہوگی۔

اب رہا کہ بعض مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اس کے متعلق عرض ہے کہ اوّل تو جب واضح ہو چکا ہے کوئی حدیث رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یا صحابہ رضہ سے ہاتھ کھولنے کے متعلق موجود نہیں تو پھر بعض مالکیوں کے فعل سے غیر پر حجت کیسی۔

دوئم : روایت ابن القاسم نے شہرت پکڑی ہے۔ امام مالکؒ کے شانے اکھڑ جانے کی وجہ سے ہاتھ باندھ نہ سکتے تھے۔ اس کو دیکھ کر بعض مالکی غلطی میں پڑ گئے جیساکہ اوپر ثابت کیا جاچکا ہے۔ نیز شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفرالسعادت میں لکھا ہے کہ :
قَال سالت فی الحجاز عن الارسال بعض علماء مالکیہ فلم یاء توابشی سوا امر خطابی۔
فرمایا شیخ نے میں نے عرب میں بعض علماء مالکیہ سے ارسال یدین کے متعلق سوال کیا تو علماء مالکیہ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ بھلا جواب کیا بن پڑتا جب رسول خداؐ سے کوئی روایت ہی نہیں ملتی۔ ہاتھ کھولنے کے متعلق نہ قول صحابی نہ فعل صحابی تو کیا جواب دیتے۔ میں نے فلک النجات شیعہ کی معرکۃ الآراء کتاب جلد دوئم باب ارسال یدین کو دیکھا۔ اس بنا پر کہ شاید کوئی دلیل صاحب فلک النجات نے ارسال یدین پر پیش گوئی کی ہوگی۔ اس غریب نے بھی علی اظہر صاحب سے نقل کر کے باب کو بھر دیا اور ابن القاسم کی روایت کی خوب رٹ لگائی۔

ان غریبوں نے ابن القاسم کو شاید پیغمبر سمجھ رکھا ہے کہ اس کی بات رسول پر حجت ہوگی۔ اجی یہ روایت ابن القاسم سے غلط شہرت پکڑ گئی ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ بعض امور غلط شہرت پا جاتے ہیں اور وہ آخر دین بن جاتے ہیں۔ بعض کے خیال میں جیساکہ اب تراویح میں الصلوٰۃ من محمد کا جملہ مخلوق کی زبان زد ہوچکا ہے حالانکہ غلط ہے اور بخاری میں موجود ہے کہ حضرت عمرؓ اور ان کا ساتھی مدینہ سے باہر رہتے تھے نوبت بہ نوبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام کی تعلیم کے لئے آتے تھے۔ فاروقؓ کا ساتھی ایک دن واپس گیا شام کو فاروق اعظمؓ کے دروازے پر دستک دی اور فاروقؓ کو کہاکہ آج بڑا حادثہ ہوگیا ہے۔ فاروقؓ نے فرمایاکہ عیسائیوں نے مدینہ پر حملہ تو نہیں کر دیا تو اس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے بھی بڑا حادثہ رونما ہوچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ فاروق اعظمؓ جب صبح مدینہ

تشریف لائے تو مسجد نبویؐ میں ممبر رسولؐ کے پاس یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ رسولِ خداؐ نے عورتوں کو طلاق دے دی ہے۔ مگر رسولِ خدا زندہ تھے۔ فوری اس غلطی کا ازالہ کر دیا گیا ورنہ یہ خبر کس قدر غلط مشہور ہو چکی تھی۔ اسی طرح ابن القاسم کی خبر بھی ہے۔

سوئم کوئی مالکی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ ہاتھ باندھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ جب شیعہ کا خیال ہے کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کو فعل یہود و منافقین کہتے ہیں۔ شیعہ اس ایک روایت ابن القاسم سے متعدد کتب اہل سنت سے نقل کر کے ایک روایت کی کئی روایتیں بنا لیتے ہیں۔ فلک النجات کو دیکھیں متعدد کتب کے حوالے دے کر کئی ورق سیاہ کر ڈالے۔ کیا متعدد کتب سے ایک روایت کو نقل کرنے سے متعدد روایتیں اور متعدد دلیلیں بن جاتی ہیں، جب سرے سے ایک روایت ہے۔ ابن القاسم کی اس روایت کو بار بار لوٹانے سے کیا فائدہ۔

علی اطہر صاحب: ان کا ظاہری صورت پر بھی نماز کے متعلق اتفاق نہیں کہ آخر نماز پڑھی جائے تو کس طرح جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کبھی کبھار دیکھا ہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے یا کھول کر پڑھتے تھے۔

اللہ یار خاں: اجی حضرت وضع یدین کے محل میں شیعہ سنی تنازعہ نہیں آپ اختلاف محل کو خواہ مخواہ چھیڑ کر وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیا ہمارا اتفاق نماز میں نہیں۔ ابھی شیعہ کا بڑا اتفاق ہے۔ مرد کھول کر پڑھتے ہیں عورتیں باندھ کر، ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیکھا مگر جنہوں نے دیکھا وہ جماعت صحابہ کرام ہے۔ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان و عمل نماز نقل کر کے بغیر تقیہ کے ہم کو بتا دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ نے اوّل گواہ نبوّت و رسالتِ رسول اور گواہ قول و عمل رسولؐ گرا دیئے تو آپ کو کس نے بتایا کہ رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اجی آپ تو یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ رسولؐ نے نماز پڑھی بھی تھی کہ نہیں۔ رکعات ہاتھ کھولنا باندھنا تو دور کی بات ہے۔ آپ کو کس نے بتایا کہ رسولؐ نے نمازیں پڑھی تھیں۔ مذہب تو لیا جائے زرارہ و ابوبصیر سے اور نام لیا جاتے رسولؐ کا؟ افسوس صد افسوس!

علی اطہر: یہ سب نتیجہ ہے اتباع صحابہ کا جو ماخذ دین و احکام شریعت بنائے گئے۔ اور ان کی روایت پر عمل کی مدار رکھی ورنہ اگر وہ اتباع ثقلین کرتے تو کتاب و عترت طاہر سے احکام لیتے تو ہرگز کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ تمام مومن ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ جو سنّت رسولؐ ہے۔

اللہ یار خاں: اجی حضرت بغیر اتباع صحابہؓ نبوت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ثابت نہیں۔ نماز تو دُور کی بات ہے۔ باقی رہا ماخذ دین کا مسئلہ تو صحابہ ہرگز ماخذ دین نہیں، بلکہ ماخذِ دین کتاب اللہ ہے۔ جس کو شیعہ نے محرف مان کر ساقط از اعتبار کر دیا ہے۔ دوئم، سنّت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ البتہ راوئ اوّل ناقل مذہب و دین صحابہ کرامؓ ہیں، باقی آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ کا ماخذِ دین کتاب و عترت ہے غلط ہے۔ کتاب کی گت جو شیعہ حضرات نے بنائی ہے ایسا تو اہل کتاب عیسائیوں نے تورات و انجیل کی بھی نہ بنائی تھی۔ زائد از دو ہزار روایات متواتر تحریفِ قرآن کی مان کر قرآن کو ستونِ کفر قائم کرنے والا بنا کر ساقط کر دیا۔ باقی رہی عترت تو آپ کا یہ دعویٰ ہے (اور صرف دعویٰ جیسا کہ قریش مکہ ملتِ ابراہیمی کا دعوےٰ کرتے تھے)

۱۲۔ اشخاص کو تو اہل بیت بنا لیا۔ باقی بیسیوں نفوس مقدسہ اہل بیت کو اہل بیت سے صرف خارج ہی نہیں کیا ان پر طرح طرح کے فتوے بھی لگائے۔ دین و مذہب شیعہ تو لیا جائے احول و زرارہ ابوبصیر وغیرہ سے اور نام لیا جائے رسول و اہل بیت کا۔ فرماتے ہیں کہ شیعہ مؤمنین سب ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ مگر علی اطہر سے

کون پوچھے کہ شیعہ عورتیں جو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ وہ شیعہ مومنین میں داخل ہیں یا خارج ذرا اس کا فیصلہ اپنی قلم سے فرمائیے۔ ان پر حکم لگائیے یہ شیعہ ہیں یا نہ۔ اگر ہیں تو مومنہ بھی ہیں یا نہیں۔ ان کا فیصلہ علماء شیعہ پر ہے ہم کچھ نہیں لکھتے۔

علی اظہر صاحب شیعہ ارسال یدین صہ علامہ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب میزان الکبریٰ کے صہ ۱۲۵ ج ا سے یوں نقل فرماتے ہیں :

ومن ذالک اتفاق الامۃ	ترجمہ :۔ اسی سے اتفاق آئمہ
علی استحباب وضع الیمین علی	اربعہ اس پر ہے کہ نماز میں داہنا ہاتھ
الشمال فی القیام وما قام	بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیئے۔ یا جو قائم مقام
مقامہ مع قول مالکؒ فی	اس کے ہو۔ حالانکہ قول مالکؒ مشہور
اشہر روایتہ انہ یرسل	دونوں روایتوں سے یہ کہ کھولتے
یدیہ ارسالاً	تھے۔

یہ عبارت علی اظہر صاحب نے صہ سے صہ تک ارسال الیدین پر نقل کی ہے۔

اللہ یار خاں : اول بات تو یہ ہے کہ مولوی علی اظہر نے یہ دعوےٰ کیا تھا کہ میں ہاتھ کھولنے باندھنے کی دلیل معتبر کتب اہل سنت سے پیش کروں گا۔ اس دعوے کو کہاں تک پورا کیا۔ اس غریب سے کوئی پوچھے تو سہی کہ "رحمت الامۃ" اور "میزان کبریٰ" کو کس سُنی نے معتبر کتب میں گنا ہے۔ کیا یہ کوئی حدیث کی کتابیں ہیں ؟ کیا یہ کوئی تفاسیر کی کتابیں ہیں، کیا یہ فقہ کی ہیں ؟ کیا ان کتابوں پر مذہب کے مسائل کی بنیاد ہے یا علم سلوک و تصوف کے مسائل ہیں۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اہل سنت کے ہاں سب سے معتبر کتاب کتاب اللہ ہے۔ جس کا ایک ایک حرف قطعی اور یقینی ہے۔ بعد کتاب اللہ بخاری۔ مسلم۔ موطا امام مالکؒ

ہیں۔ سوم نسائی ابوداؤد، ترمذی و جامع الاصول و مسند امام احمدؒ وغیرہ ہیں۔ مگر ان کی حدیث پر بھی باقاعدہ جرح کی جاتی ہے۔ علی اظہر شیعہ کا فرض تھا۔ جب دعویٰ کیا تھا کہ ہم ارسال الیدین کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت کر دوں گا تو بخاری سے لے کر جو کتابیں معتبر تھیں ان سے ثبوت دیتا۔ اگر معتبر کتب میں کوئی حدیث ارسال یدین کی نہ ملی تھی تو کم از کم ضعیف حدیث ہی پیش کر دیتے۔ آخر کتابیں نکلیں تو "میزان کبریٰ" اور "رحمت الامت" ان سے بھی صرف ایک روایت "ابن القاسم"۔ علی اظہر خود اجماع آئمہ اور اتفاق آئمہ اربعہ نقل بھی کرتے ہیں۔ ہاتھ باندھنے پر پھر غضب کی بات ہے کہ اجماع کے مقابلہ میں ایک قول ابن القاسم کا پیش کر کے اہل سنت کو حجت قائم کرتے ہیں۔ سُبحان اللہ۔

علی اظہر شیعہ صہ اصل مقصود بلکہ نماز کی روح کیا ہے۔ حضور قلب۔ وہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ جب ہاتھ کھلے ہوں کیوں کہ اس وقت میں اس کا دل و دماغ صرف خُدا کی طرف متوجہ ہوگا۔ خلاف اس کے اگر ناف پر رکھے یا سینہ پہ بہر حال حضور قلب میں فرق آئے گا۔ اور پورے طور پر حضورِ قلب نہ ہوگا کہ ہر کوئی اسے عبادت میں مشغول سمجھتا ہے۔

اللہ یار خاں : اوّل تو بات تھی کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا صحابہ کرامؓ یا آئمہ سے ہاتھ کھولنا ثابت ہے یا باندھنا۔ تو صاحب ارسال یدین علی اظہر سے ثابت نہ ہو سکا۔ اب حضور قلب کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ گویا کہ جناب ارسال الیدین کو تو احادیثِ صحیحہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کر چکے ہیں اور اب فلسفہ ہاتھ کھولنے کا بیان کر رہے ہیں۔

اجی حضرت! شیعہ بھی ہو اور حضورِ قلب بھی ہو۔ حضرت! شیعہ کا کام ہے کہ ماتم کریں، سر پر خاک ڈالیں، زنجیر زنی کریں۔ شیعہ کو حضور قلب سے کیا واسطہ؟

اجی حضرت! ہاتھ کھولنا ایک ہمیشہ کی عادت ہے۔ عبادت عادت کے خلاف ہونی چاہیئے۔ آج بھی کوئی آدمی ہاتھ کھول کر نماز پڑھ رہا ہو تو دور سے آدمی یقیناً اس کو نمازی نہ خیال کرے گا۔ بخلاف ہاتھ باندھنے والے کے کہ ہر کوئی اسے عبادت میں مشغول سمجھتا ہے۔

اجی حضرت۔ حضور قلب ہاتھ کھولنے پر موقوف نہیں بلکہ یہ خاص حالت ہے جو اولیاء اللہ و خاصانِ خدا کو حاصل ہوتی ہے اور اولیاء اللہ سوائے اہل سنت کے اور کسی فرقہ میں نہ پائے گئے، نہ پائے جائیں گے۔ شیعہ میں تو یہ امر اشد محال ہے بلکہ اجتماع ضدین ہے۔ شیعہ بھی ہو اور حضور قلب بھی۔

علی اظہر ۔ اب یہاں تعصبِ مذہبی کو چھوڑ کر پہلے کسی شیعہ کی مسجد میں جا کر اس کے پیش نماز کو دیکھئے۔ (کیونکہ عوام کا اعتبار نہیں) پھر اس کے بعد پہلے حنفیوں کی مسجد میں جائیں پھر اہلِ حدیث کی مسجد میں۔ اور غور کی نگاہ سے دونوں کے افعال نماز پر نظر کیجئے تو صاف معلوم ہوگا شیعہ نماز کو ایک عبادت سمجھ کر پڑھ رہا ہے اور سُنّی اپنی نوکری بجا لا رہا ہے کہ جلدی کر کے بھاگوں۔

اللہ یار خان : مولوی اظہر صاحب آپ نے یہ استدلال بالکل نکما اور بے فائدہ کیا ہے۔ آپ کا یہ دعوٰی تو یہ تھا کہ میں اہلِ سنت کی معتبر کتب سے ارسال الیدین ثابت کروں گا۔ مگر آپ ایسی باتوں پر اتر آتے ہیں جن کا جواب دینے کی میرے نزدیک ضرورت نہیں۔ اب اگر کوئی سُنّی کہے کہ شیعہ کی مسجد میں جا کر ہم کیسے دیکھیں ان کی مسجدیں تو ہوتی ہی نہیں، ہم ان کو کہاں جا کر دیکھیں۔ ہاں البتہ اگر شیعہ عورتوں کو دیکھیں تو وہ ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوتی ہیں۔ اور شیعہ مردوں کو دیکھیں تو ہاتھ چھوڑ کر، یہ عجیب بات ہے۔

باقی آپ نے کہا ہے کہ سُنّی نوکری ادا کر رہے ہوتے ہیں تو جناب والا آپ کو شاید علم نہیں پریڈ ہاتھ چھوڑ کر کی جاتی ہے باندھ کر نہیں کیا کرتے۔ (الفاروق، یکم مارچ ۱۹۵۸ء)

علی اظہر شیعی صد۲۵ اجماع یہ تیسری دلیل ہے۔ اہل سنت کی جس سے کسی شرعی مسئلہ کی صحت ثابت کی جاتی ہے۔ اسی اجماع میں عمل اہل مدینہ بھی داخل ہے۔ جس سے امام مالکؒ نے اپنا مذہب قرار دیا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

چنانچہ علامہ محمد معین لاہوری جو تلامذہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے ہیں اور علمائے اہلِ حدیث کے مشہور افراد میں سے ہیں۔ اپنی کتاب "دراسات اللبیب" میں لکھتے ہیں۔ دیکھو دراسات مذکورہ صہ ۳۴ مطبوعہ لاہور۔

وثانیھما ان عمل اھل المدینۃ المقدسۃ علی ساکنھا افضل الصلوٰت والتسلیمات من اقوی حجج الدین عندنا وندی الاموفیھا طریقۃ النقل من ذالک علی ما یری الامام الاکبر عالم المدینہ مالک بن انس الاصبحی من ان اجتماع اھل المدینۃ المطھرۃ حجتا۔

حتی انہ عولت علماء مذھبہ فی ارسال الیدین حالۃ القیام فی الصلوٰۃ علی عمل اھل المدینۃ مع الوجود المرفوع الصحیح فی قبض الیمنی علی الیسریٰ الخ

ترجمہ: دوسرے یہ کہ اہلِ مدینہ کا عمل ہمارے نزدیک دینِ اسلام کے دلائل میں سے بہت قوی دلیل ہے۔ ساکن مدینہ پر بہترین صلوٰۃ وسلام ہو اور اس مسئلہ میں ہماری رائے مطابق ہے۔ حضرت امام مالکؒ کے جو فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ مطہرہ کے باشندگان کا اجماع حجت ہے یہاں تک کہ امام مالکؒ کے مذہب کے علماء نے ہاتھ کھولنے پر اجماع اہلِ مدینہ سے استدلال کیا اور اسی پر اعتماد کیا ہے۔ باوجود اس کے کہ صحیح اور مرفوع حدیث نماز میں ہاتھ باندھنے پر موجود تھی۔

اللہ یار خاں : "دراسات اللبیب" کی عبارت کو مولوی اظہر صاحب صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۲۷ تک لے گئے ہیں۔ مگر کام کی بات صرف یہ ہے کہ اہلِ مدینہ کا عمل حجت ہے۔ کسی دینی مسئلہ کے ثابت کرنے کے لئے یہی تعامل مدینہ ایک زبردست دلیل ہے۔ چونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مہاجرین اور انصار اور تابعین حضرات تمام کے تمام ساکنانِ مدینہ مطہرہ تھے۔ اس لئے اُن کا عمل ہی دینِ اسلام ہے۔ اس سے آگے مولوی علی اظہر صاحب نے جو بات بھی نقل کی ہے سو بے سود ہے۔

برادرانِ ملت ! سوچنے کی جگہ ہے کہ علی اظہر اور ملا معین شیعی کو جب کھُلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی ضرورت درپیش آتی ہے تو اہلِ مدینہ کے عمل ہی کو خدا اور رسولؐ کا دین قرار دے رہے ہیں اور ان ہی کے قول و عمل کو ایک زبردست اور قوی دلیل بنا رہے ہیں۔ اس موقع پر ہمیں علی اظہر اور ملا معین شیعی سے پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ جناب والا کیا اہلِ مدینہ اور تمام مہاجرین و انصار نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر اجماع نہ کر لیا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ وہی اجماع اگر شیعہ کے لئے مفید ہوتا ہے تو حجت بن جاتا ہے اور وہی اجماع اہلِ مدینہ اگر شیعہ کے نظریات کے خلاف پڑتا ہو تو وہ نہ حجت ہے اور نہ ادنیٰ ترین دلیل کا نام اسے دیا جا سکتا ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ علی اظہر صاحب کیا ملا معین صاحب سے تو یہ بھی ثابت نہ ہو سکا کہ تمام اہلِ مدینہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے تھے۔ اسی "دراسات اللبیب" کو اول سے لے کر آخر تک پڑھ جایئے کہیں یہ بات ثابت نہیں کر سکے کہ تمام اہلِ مدینہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے پر متفق ہو گئے تھے۔ ملا صاحب مذکور یہی کہتے جائیں گے کہ عمل اہلِ مدینہ حجت ہے لیکن اپنی اس کتاب میں کہیں بھی کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے پر اجماع پیش نہیں کرتے۔

تیسری عرض یہ ہے کہ ملا معین اہلِ حدیث میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ بزرگ تو خاص شیعہ میں سے ہیں۔ علی اظہر وغیرہ شیعی مصنفین اور مبلغین نے جو ملا معین کو اہلِ حدیث لکھا

اور بیان کیا ہے سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ ملا ئے مذکور موصوف سندھی ہیں لاہوری نہیں ہیں، اُن کی کتاب "دراسات" لاہور میں چھپی ہے۔ اس سے ان کا لاہوری ہونا نہایت ہی تعجب انگیز بات ہے۔ خیر بہرحال مُلا معین سندھی نواب سیف اللہ خان والیٔ ٹھٹھہ کے زمانہ میں ۱۱۳۷ ہجری میں ہوئے ہیں۔ آپ نے نواب مذکور کو خوش کرنے کے لئے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام تھا "الحجۃ الجلیلۃ فی رد من قطع بالافضلیۃ" اس رسالہ میں ملا معین سندھی مذکور نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے۔ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تمام صحابہ کرام میں سے افضل جانتے ہیں۔

دوئم رسالہ مذکورہ کے صد ۲۸ اور صد ۲۹ پر لکھا ہے کہ ملا معین مذکور نے علاقہ ٹھٹھہ میں جمعہ اور عیدین کے خطبات میں خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی کا ذکر کرنا بند کرا دیا تھا۔ عبارت اس طرح پر ہے:

ومنع ان یذکر اسماء	یعنی جمعہ و عیدین کے خطبات
الصحابۃ الکرام فی خطبۃ	میں صحابہ کرام رضؓ کا نام لینا بند
الجمعۃ والعیدین۔	کر دیا تھا۔

سوئم، ملا معین موصوف نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۳۶ پر امام ابن تیمیہ کو "تقی الدین" کی بجائے شقی الدین لکھا ہے۔ اور امام مذکور کی کتاب "منہاج السنۃ" کو جلانے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے "منہاج السنۃ" میں مذہب شیعہ کی خوب تردید فرمائی ہے۔

چہارم: یہ کہ علامہ عبداللطیف نے اپنی کتاب "ذب الذباب" کے صد ۴۵ اور صد ۴۶ پر ملا معین سندھی کے بارے میں لکھا ہے:

وھوالذی کان فی اوّل الامر	ترجمہ:۔ ملا معین اول اول
نقشبندیہ معتزلاعن جمیع	نقشبندی تھے۔ بدعات سے دور

هذہ الامور لکن لمّا مات شیخہٗ	رہتے تھے۔ لیکن جب آپ کے شیخ و
ومرشدہٗ قدس اللّٰہ سرّہٗ فی	مرشد فوت ہوگئے تو اس قسم کی بدعات
الطریقۃ النقشبندیۃ	ظاہر کیں اور ان پر گامزن رہے۔
احدث ھذہ الامور و	یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آگیا۔ اور
تشابھا الی ان جاءہ الملکٌ	آپ عین راگ سننے کی حالت میں جاں
الما مور وتوفی فجاءۃً فی عین	بحق ہوگئے۔
سماع الغناء سنۃ احدی وستین	یہ واقعہ ۱۱۶۱ھ میں پیش آیا۔
ومائۃ الف۔	

اب معلوم ہوگیا کہ جناب ملا معین صاحب سندھی کچھ زمانہ بہت اچھے طریقہ پر تھے۔ اس کے بعد ان کی حالت تبدیل ہوگئی تھی۔ پس جو لوگ آپ کی تعریف کرتے ہیں وہ اوائل عمر کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ اور جو لوگ آپ کی مذمت کرتے ہیں وہ اواخر عمر کو مدنظر رکھتے ہیں۔ سچ ہے کہ دارومدار آدمی کے خاتمے پر ہوا کرتا ہے۔

پنجم: شیر مصنفین نے جو آپ کو شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم سے ملّا معین کی ملاقات بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ تلمذ سے متعلق گفتگو کی جائے۔ صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ملّا مذکور نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ سے بذریعہ کتابت چند چیزوں کی اجازت طلب کی تھی جو کہ آپ نے عطا کردی تھی۔ بس اس سے خود ملّا مذکور نے اور اس کے احباب نے شاگردی کا چرچا کر دیا۔ اگر اوائل میں کچھ استفادہ ثابت بھی ہوجائے تو اس میں کون سی فضیلت ہے؟ جبکہ آخر عمر میں ملّا معین مذکور کی حالت تبدیل ہوگئی۔

نعوذ باللہ من سوء الخاتمہ۔

ششم: حضرت مولانا محمد شاہ صاحب تلمیذ رشید حضرت مولانا محبوب شاہ صاحب نے اپنے رسالہ "مدار الحق" میں ملا معین سندھی کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

نظرت فی دراسات اللبیب	میں نے کتاب دراسات کو جلدی
نظرۃ عاجلۃ فعلمت ان	ایک نظر سے دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ
جامعہ رافضی فی	اس کتاب کا مصنف رافضی ہے جوکہ
زی سنی۔	اہل سنت کے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے

ہفتم: ملائے مذکور نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام "قرۃ العین فی البکاء علی الامام الحسینؓ"

اس کتاب میں ملا معین نے تمام وہ کام جائز قرار دیئے ہیں جو شیعہ حضرات ماہ محرم میں بجالاتے ہیں۔ سیاہ پوشی اور داویلا اور مرثیہ خوانی اور پیٹنا اور رانوں کو سینوں کو کوٹنا وغیرہ

ہشتم: آج کل جو نسخہ دراسات کراچی سے شائع ہوا ہے اس کے مقدمہ صہ ۸۰ پر درج ہے کہ ملا معین سندھی رجعت کا قائل تھا۔ واضح ہو کہ یہ رجعت کا عقیدہ شیعہ کے مخصوص عقائد میں سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کے ظہور کے زمانہ میں صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیت عظام کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور امام مہدی ظالموں سے بدلہ لیں گے۔ اور ان کو سخت سزائیں دیں گے۔

نہم: ملا معین موصوف کے نزدیک تعزیہ بنانا اور ماتم کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ کتاب "دراسات اللبیب" صہ ۳۲ پر لکھتے ہیں:

وحرم الصبر علی شہادۃ	ترجمہ:۔ ملا معین نے شہادت
الحسین ابن علی رضی اللہ	حسینؓ پر صبر کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور
عنہما واجب تعزیۃ کل عاشورہ	محرم کے عاشورہ پر ہمیشہ تعزیہ بنانا مع
مع الرسوم والبدعات۔	بدعات واجب فرمایا۔

دہم: مُلّا معین صاحب موصوف سود خواری کو جائز قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ مقدمہ مذکورہ میں صدا۳ پر مرقوم ہے:۔

واخذ القروض طول عمرہ بطریق الربوا۔

آپ ساری عمر سودی قرضہ لیتے رہے۔

نوٹ: اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ آپ شریعت پر کس قدر سختی سے پابند تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسی بے عملی نے آپ کو شیعہ مذہب کی گود میں جا ڈالا تھا۔

یازدہم: مقدمہ مذکورہ صد۳۲ پر مرقوم ہے:

قال یجوز التوابیت بصورۃ قبری الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنهما والسجود لیهما والنوحة وضرب الخدود وشق الجیوب والدعاء بالویل والثبور وذکر المطاعن فی الصحابة۔	ترجمہ:۔ ملا معین نے نے کہا کہ حسنین رضی اللہ عنہا کی قبروں کی صورتیں بنانا اور انہیں سجدہ کرنا اور نوحہ کرنا اور چہروں کو پیٹنا اور گریبانوں کو پھاڑنا اور وا ویلا کرنا اور موت کو بلانا اور جائز ہے مطاعن صحابہؓ کا ذکر کرنا۔

نوٹ: اس حوالہ کو پڑھ لینے سے تو ناظرین کرام کو ملا معین کے مذہب کا خوب پتہ چل گیا۔

دوازدہم:۔ مقدمہ مذکور صد۳۵ اور ۳۸ پر ملا معین کا ایک اور عقیدہ درج ہے اور عبارت اس کی یوں ہے:

قال ان الحق فی امر فدک وغیرہ کان مع فاطمة واق ابابکر وغیرہ ممن قال۔	ترجمہ: ملا معین نے کہا کہ فدک وغیرہ کے مسئلہ میں حق تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بخلاف ماقالت فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کانوا مخطئین۔	کے ساتھ تھا اور حضرت ابوبکرؓ وغیرہ جنہوں نے آپ کے خلاف کہا وہ سب غلطی پہ تھے۔

نوٹ: مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ ملا معین صاحب سندھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلطی پر جانتے ہیں اور اپنے زعم فاسد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابوبکرؓ کے خلاف خیال کرتے ہیں۔ یہی تشیع ہے۔ اور اسی کو رفض کہا جاتا ہے۔

سیزدہم:۔ جناب ملا معین صاحب محرم کے پہلے عشرہ میں اپنے دولت خانہ میں عورتوں کو جمع کرتے تھے۔ اور انہیں سیاہ لباس پہناتے تھے اور چہروں کے سیاہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی چہروں کو زخمی کیا کرتی تھیں۔ عبارت اصلی یہ ہے۔ مقدمہ صـ۲۷ و صـ۲۸ دیکھئے:

واجتماع نساء کثیرۃ بامرہ	ترجمہ: ملا معین کے حکم سے
ورضاہ فی بیتہ فی العشرۃ	اور رضامندی سے ان کے گھر میں پہلے عشرہ
الاولیٰ من شھر اللہ المحرم کل سنۃ	میں محرم کے بہت سی عورتوں کا جمع کرنا ہر
ونیاحتھن ویلبسھن السواد و	سال اور عورتوں کا نوحہ کرنا اور سیاہ کپڑے پہننا
تسوید ھن الوجوہ وخمشھن	اور چہروں کو سیاہ کرنا اور رخساروں کو
الخدود وشقھن الجیوب	نوچنا اور گریبانوں کو چاک کرنا
والدعا بالویل۔	اور واویلا کرنا۔

نوٹ: اب ناظرین کرام سوچیں اور ملا معین کے معاملہ میں غور کریں آیا باوجود اس کے کہ ملا صاحب کے اپنے گھر میں ماتم ہوتا ہے اور عورتوں کو ماتم کے لئے جمع کیا جاتا ہے اور سیاہ پوشی کی تاکید کی جاتی ہے۔ آپ کو سنی اہل حدیث جاننے والے کس قدر غلطی پہ ہیں اور لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

چہاردہم: حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب ٹھٹھوی نے اپنی کتاب "السنۃ النبویہ فی القطع بالافضلیۃ" میں صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

والمعلوم من حاله انه كان مشتغلا فى جميع عمره باهال الحق واظهار الباطل ومستمراً الى اخر حياته على احياء البدعة وتحليل المحرمات كالبدعة الغاشية فى ايام عاشوراء وكضرب الطبول والنقارات والدفوف وكان يحضرها بنفسه ويأمر الناس بضربها فى المساجد الشريفة التى هى بيوت اذن الله ان يذكر فيها اسمه الى غير ذالك من الاباطيل التى لا تعد ولا تحصى

ترجمہ:- اور ملا معین کے حالات سے واضح ہے کہ وہ تمام زندگی میں تارک حق اور مظہر باطل رہا اور وہ آخر عمر تک بدعات کے زندہ کرنے میں اور حرام کو حلال کرنے میں گامزن رہا۔ مثل اس بدعت کے جو ایام عاشورہ میں عام ہوتی ہے۔ اور مثل ڈھول نقارے اور دف بجانے کے اور ان کارروائیوں میں وہ خود شامل ہوا کرتا ہے۔ اور لوگوں کو حکم دیتا تھا کہ یہ کام مسجدوں میں کیا کریں۔ وہ مسجدیں جن میں خدا تعالےٰ نے اپنے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باطل چیزیں عمل میں لاتا تھا جو گنتی اور شمار سے باہر ہیں۔

نوٹ:- عجیب زمانہ آیا ہے کہ رافضیوں کو اہل حدیث کا لباس پہنا کر اہل سنت کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

پانزدہم:- جناب ملا معین موصوف نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا

"مواہب سید البشر" اس رسالہ میں واضح کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفے وہ ہی بارہ امام ہیں جنہیں شیعہ لوگ معصوم قرار دیتے ہیں۔ آپ نے اس مسئلہ میں شیعہ کے ساتھ پورا اتفاق ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی عصمت بالکل ایسی ہے جیسی کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت ہے۔

شانزدہم :- مُلّا معین صاحب اپنے رسالہ الحجۃ الجلیلۃ فی ردّ من قطع بالا فضلیۃ میں لکھتے ہیں :

قال انّ الراجح والانصاف والحق با فضلیۃ علیّ علی الثلاثۃ ۔	ترجمہ :- مُلّا معین صاحب نے فرمایا کہ وزنی بات اور انصاف اور حق بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ خلفائے ثلاثہ سے افضل تھے ۔

نوٹ : ساری دنیا جانتی ہے کہ اہل سنت والجماعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے افضل یقین کرتے ہیں اور ملا صاحب موصوف اس کے برعکس ارشاد فرما رہے ہیں۔ اس پر بھی اہل سنت ہیں تو پھر شیعہ کس کا نام ہے۔

ہفدہم : مقدمہ دراسات از مولانا عبدالرشید سندھی صہ۲۳ ملاحظہ ہو فرمایا:

وان ذکر اللہ تعالیٰ بالمسبحۃ الماخوذۃ من تراب کربلاء والسجدۃ للہ تعالیٰ علیہ محمودۃ وانہ لو کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حیاً فی	ترجمہ : مُلّا صاحب موصوف نے فرمایا کہ کربلا کی مٹی کی تسبیح پر خدا کا ذکر کرنا اور اس پر خدا کو سجدہ بہت اچھا ہے اور اگر خدا کے رسولؐ واقعہ کربلا کے وقت زندہ ہوتے تو اس سوگواری کو

فتفینۃ کس ملآء لاسنن صذالحداد کثیرا وھذا ممّا یغفل عنہ فقہآء اھل السنۃ۔

ہماری سنت بناتے ۔ اور اس مسئلہ سے اہل سنّت کے عالم غافل ہیں۔

ہشتدہم: مقدمہ مذکورہ کے صد۴۲ پر مرقوم ہے:

وان التقیۃ محمودۃ وھی التی قال فیھا جعفر الصادق التقیۃ من دینی ودین آبائی۔

ترجمہ: اور تقیہ بڑی اچھی چیز ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کے حق میں امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے۔

نوٹ: شیعہ حضرات نے تقیہ کے مسئلہ کو جس طرح استعمال کیا ہے وہ ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ اہل سنت علمائے کرام نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا جو عمل بھی اپنے نظریات کی تائید میں پیش کیا ہے ہمارے شیعی علماء نے اسے تقیہ کے سلسلہ میں داخل کر دیا ہے۔ شیعہ متکلمین کے یہاں لاکھ سوال کا ایک ہی جواب تقیہ ہے۔ اور ملّا معین صاحب اس مسئلہ میں ٹھیک شیعی نقطۂ نظر کی ترجمانی فرما رہے ہیں۔ کیا اب بھی آپ کے شیعہ ہونے میں کلام ہے؟

نودہم: جناب ملا معین صاحب سندھی نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ جس میں حدیث لا یورث ما ترکناہ صدقہ کی تشریح کی ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خطا کار ٹھہرایا ہے۔

نوٹ: یہ انیس عدد وہ دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ملّا معین صاحب سندھی اوائل میں سنی تھے اور پھر شیعہ ہو گئے تھے۔ اب ہمارے اس بیان کے بعد بھی جو شخص ملا موصوف کو اہل سنت کے سامنے اہل حدیث سنی بنا کر پیش کرے۔ اس کی کجروی بھی قابل داد ہے۔ اگر یہ ملّائے سندھی سنّی ہے تو پھر شیعہ جہان میں

ہے ہی نہیں۔

برافگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاران دیگرے را مے پرستند

مؤلف "ارسال الیدین" مولوی علی اظہر کی
غلط فہمی یا مغالطہ دہی

مولوی علی اظہر صاحب نے حضرت امام مالکؒ کی ایک روایت کو دیکھ کر فتویٰ جڑ دیا کہ تمام اہلِ مدینہ کا عمل اسی طرح پر تھا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آپ حقیقت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ نے عمل اہلِ مدینہ کو ایک حجت قرار دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امام مالکؒ سے جو روایت دستیاب ہو۔ وہی اجماع اہلِ مدینہ پر موقوف ہوگی، نہیں ہرگز نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت امام مالک نے اپنی مشہور کتاب موطا امام مالک میں جس چیز کو عمل اہلِ مدینہ اور اجماع اہلِ مدینہ کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ وہ ان کے مذہب کی مدار ہے۔ اور اس کو آپ حجت قرار دیتے ہیں۔ دیکھو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ صہ ۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

وینظرہ ماحکاہ مالک فی الموطا انہ مذھب کبار الصحابۃ والتابعین و الذی جری علیہ عمل اھل المدینۃ من لدن زمان النبوۃ الی زمانہ ثم	ترجمہ: اور اسی طرح وہ بات بھی خوب مضبوط ہے جس کو امام مالک نے اپنے موطا میں اس عنوان سے تحریر کیا ہے کہ یہ بڑے بڑے صحابہ اور تابعین کا مذہب ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر اہلِ مدینہ

لم یتحقبہ الشافعی واحمد	کا عمل جاری رہا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ
والبخاری وامثالھم	وسلم کے زمانہ سے لے کر آپ کے زمانہ
من الجامعین بین	تک پھر ان علماء نے اس چیز پہ
الحدیث والفقہ	اعتراض بھی نہ کیا ہو جو علم حدیث
فیما فترہ بل	اور علم فقہ کے ماہر تھے بلکہ انہوں
ان تحسنوہ وقالو	نے اس بات کو پسند کیا ہو اور اس
بہ۔	کے قائل ہو گئے ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث ؒ کی اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ امام مالک رحؒ نے اپنی کتاب "موطا" میں جس چیز کے بارے میں لکھا ہے کہ اس چیز پہ اہل مدینہ کا عمل رہا ہے وہ ان کا مذہب ہے اور اسی کو آپ حجت قرار دیتے ہیں۔ اب شیعہ صاحبان کا فرض ہے کہ موطا امام مالک سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کے بارے میں آپ کا فتویٰ دکھا دیں کہ اس پر عمل اہل مدینہ جاری رہا ہے۔ اگر پاکستان کے تمام شیعی مبلغ اور ذاکر جمع ہو کر بھی سعی بلیغ کریں تو موطا امام مالک موصوف سے یہ بات ہرگز نہیں دکھا سکتے کہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا امام مالک کا مذہب کیسے بن سکتا ہے؟ بلکہ مذہب مالک تو وہ ہے جو موطا ئے امام مالک رحؒ موصوف کے ص ۵۵ پر موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا نماز میں مسنون ہے۔ اور اس باب میں دو عدد حدیثیں ذکر فرماتی ہیں۔

ایک حدیث میں تمام انبیاء علیہم السلام کا طریق نماز بیان فرمایا ہے اور دوسری حدیث میں جناب رسولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طریق نماز بیان فرمایا ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر نماز پڑھا کریں۔ ہاں اگر موطا شریف میں ایک حدیث

والنخعي والثوري رضي الله تعالى عنهم وحكاه ابن المنذر عن مالك رحمه الله تعالى وفي التوضيح وهو قول سعيد بن جبير وابي مجلز وابي ثور وابي عبيد وابن جرير وداود وهو قول ابي بكر الصديق وعائشة وجمهور العلماء

تمام اہل علم نے اور یہی ہے قول حضرت علیؓ کا اور حضرت ابوہریرہ رضہ کا اور امام نخعی کا اور امام ثوری کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اس کو حکایت کیا ہے ابن منذر نے حضرت امام مالک سے رحمۃ اللہ تعالیٰ اور توضیح میں ہے کہ یہی ہے کہ قول سعید بن جبیر کا اور ابو مجلز کا اور ابوثور کا اور ابوعبید کا اور ابن جریر کا اور امام داؤد کا اور یہی قول ہے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا اور ام المؤمنین عائشہ اور تمام علماء کا رضی اللہ عنہم۔

نوٹ : اجماع اہلِ مدینہ اس کو کہتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھی ہے تو یقیناً حضرت علیؓ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی طرح نماز پڑھی ہے اور جب ان چاروں خلفائے راشدین نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر نماز پڑھی ہے تو تمام اہلِ مدینہ نے اس طرح پر نماز پڑھی ہے۔ خدا جانے علی اظہر اور ملا معین نے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے پر اہلِ مدینہ کا اجماع کہاں سے اخذ کیا ہے۔

شیعہ نظریات میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اور آپ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور اپنی حکومت کے زمانے میں نماز تراویح بدستور جاری رکھی ہے۔ اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت

کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی آجاتی ہے تو شیعہ کو گنجائش ہو سکتی تھی۔ لیکن جب ایسا نہیں ہے تو ایک غیر معتبر روایت کی بنا پر کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا امام مالکؒ کا مذہب کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ اور اجماع اہل مدینہ کا اس پر کیسے اطلاق ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابو عیسٰی ترمذی اپنی مشہور و معروف کتاب جامع ترمذی میں ارشاد فرماتے ہیں:

والعمل علی ھذا عند اھل العلم من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم۔	امام ترمذی نے کہا کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھنے پر عمل ہے۔ ان لوگوں کا جو صحابہؓ اور تابعین میں سے صاحب علم گزرے ہیں۔ اور نیز ان علما کا جو بعد میں ہوتے ہیں۔

نوٹ: حضرت امام ابو عیسٰی ترمذی کا یہ فتوٰی کافی شافی ہے۔ اگر شیعہ متکلمین میں ذرّہ بھر انصاف ہے تو آئندہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی نسبت امام مالک کی طرف نہ کریں گے۔ اور نہ ہی عمل اہل مدینہ کا اس سلسلہ میں ذکر کریں گے۔

اجماع اہل مدینہ

دیکھو عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صہ ۲۷۹

الاصل الوضع فعندنا یضع وبہ قال الشافعی واحمد واسحاق وعامۃ اھل العلم وھو قول علیؓ وابی ھریرۃؓ و	اصل قاعدہ تو نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنے کا ہے۔ پس ہمارے نزدیک دائیں کو بائیں پر رکھے اور یہی کہا امام شافعیؒ نے امام احمدؒ نے اور امام اسحاقؒ نے اور

ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیچھے کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے پیچھے دست بستہ نماز پڑھنا تو اظہر من الشمس ہے۔ علمائے شیعہ پر حیرانی ہوتی ہے کہ جب ماننے پر اور اپنی فاسد غرض کی وجہ سے تسلیم کرنے پر آتے ہیں تو ابن القاسم کی ایک روایت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ جس کی صحیح سند بھی دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور جب انکار کرنے کا دورہ پڑتا ہے تو تحریف قرآن کی زائد از دو ہزار احادیث آئمہ کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ متواتر احادیث تحریف قرآن پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ امام مالک سے یہ ایک ہی روایت ہے جو ابن القاسم کی راہ سے بیان کی جاتی ہے۔ چاہے یہی ایک روایت دس کتابوں سے پیش کی جائے۔ ایک ہی ہوگی روایت میں تو کثرت نہیں آجائے گی۔ ہمارے شیعہ بھی عجیب ہیں۔ کہ ایک روایت کو بہت سی کتابوں میں پیش کر کے سمجھتے ہیں کہ روایات متعدد ہوگئیں۔

۱۵ر جون ۱۹۵۸ء

علی اظہر شیعی اپنی کتاب ارسال الیدین کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ دوسرا جملہ در ابطال دلائل مخالفین۔ اس عنوان کے ماتحت اہل سنت کے دلائل تحریر کیے ہیں۔ اور ساتھ تردید بھی کر دی ہے فرماتے ہیں۔ اہل سنت کی سب سے عمدہ دلیل اس بارے صحیح بخاری کی روایت ہے جو درج ذیل ہے۔

باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ حدثنا عبد اللہ بن سلمۃ عن مالک عن ابی حازم عن سہل بن سعد قال کان النّاس یؤمرون ان یضع الید الیمنیٰ علی ذراعہ الیسریٰ فی الصّلوٰۃ وقال ابو حازم لا اعلمہ الّا یمنی ذالک الی النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم۔ قال اسماعیل ینمیٰ ذالک ولم یقل ینمی۔

اس باب میں نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنے کا ثبوت ہے حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن سلمۃ نے وہ روایت کرتے ہیں امام مالک سے وہ ابو حازم سے وہ سہل بن سعد سے کہا سب مسلمانوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا کریں اور ابو حازم کہتا ہے۔ میں تو یہی جانتا ہوں کہ سہل بن سعد اس حدیث کو آنحضور کی طرف نسبت کرتے تھے اسماعیل کہتا ہے کہ اس حدیث میں صیغہ مجہول ہے معروف نہیں ہے۔

اس روایت پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ اس حدیث کی سند میں عنعنہ ہے اور اہل سنت کے نزدیک حدیث معنعن صحیح نہیں ہوتی کیونکہ صحیح میں اتصال ضروری ہے۔ اور حدیث عن عن والی میں کوئی اتصال ضروری نہیں ہوتا لہٰذا یہ حدیث حکم صحت سے خارج ہے اور بغیر صحت کے استدلال جائز نہیں ہے۔ دوم یہ حدیث مجمل ہے اس لیے کہ اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حکم قیام کا ہے یا قعود کا ہے اس

لئے حافظ ابن حجر کو اس حدیث میں فی حال القیام کا لفظ بڑھانا پڑا۔ سوم اس حدیث میں ابہام ہے کوئی پتہ نہیں چلتا کہ حکم دینے والا کون ہے کس کا حکم ہے؟ اسی لئے حافظ ابن حجر کو لکھنا پڑا کہ هٰذَا حُكْمُهٗ الرَّفْعُ لِاَنَّهٗ مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنَّ الْاٰمِرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی یہ حدیث حکم میں مرفوع حدیث کے ہے کیونکہ صحابہ کرام کو حکم دینے والا سوائے نبی کے کون ہو سکتا ہے۔

اللہ یار خان سنی: جواب اعتراض یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حدیث معنعن صحیح ہوتی ہے۔ عن عن والی حدیث کے بارے علی اظہر صاحب کا ارشاد کہ یہ حدیث اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی سفید جھوٹ ہے اگر اس تہمت کے لئے کوئی وجہ جواز ہوتی تو علی اظہر صاحب ضرور اس کا ثبوت بہم پہنچا لئے دعویٰ تو کر دیا مگر ثبوت سے پہلو تہی کر گئے اسناد معنعن کے بارے اہل سنت کی وہ ہی تحقیق ہے جس کو علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم کے مقدمہ میں تحریر فرما گئے ہیں۔

الاسناد المعنعن وھو قول	ترجمہ:- اسناد معنعن وہ ہے جس میں
الراوی فلان عن فلان قیل	راوی لفظ عَن کو استعمال کرے کہا گیا ہے
انہ مرسل والصحیح الذی	کہ حدیث مرسل ہوتی ہے لیکن صحیح
علیہ العمل وقالہ الجماھیر	بات وہ ہی ہے جس پر امت کا عمل ہے
من اصحاب الحدیث والفقہ	اور جس کا قول کیا ہے بڑی بھاری جماعتوں
والاصول انہ متصل بشرط	نے محدثین اور فقہا اور اصولیوں
ان یکون المعنعن بالکسر مدلسا	میں سے کہ یہ حدیث متصل ہوتی ہے
وبشرط امکان لقاء بعضھم	بشرطیکہ یہ کارروائی کرنے والا مدلس
بعضا وادعی مسلم	نہ ہو۔ بشرطیکہ لفظ عن کے نیچے آنے والے

اجماع العلماء قديما و حديثا علے انّ الحديث المعنعن محمول علے الاتصال والسماع اذا امکن لقاء من اضيفت العنعنة بعضهم بعضا مع براءتهم من التدليس ۔	ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے ہیں اور امام مسلم نے تو دعوی کیا ہے کہ تمام متقدین اور متاخرین علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ عن عن والی حدیث میں اتصال اور سماع ضرور ہوتا ہے جبکہ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے ہوں اور تدلیس کے عیب سے بھی پاک ہوں "

نوٹ : اب واضح ہوگیا کہ علی اظہر صاحب شیعی اس حدیث پر عن عن کی وجہ سے جو اعتراض ہے وہ کوئی چیز نہیں اور اس قسم کی حدیث کو غیر صحیح کہنا اور پھر اہل سنت کی طرف اس بات کی نسبت کرنا سراسر جھوٹ ہے ۔

جواب اعتراض دوم :۔ چونکہ رکوع اور سجود اور قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیر اور قومہ اور جلسہ میں کوئی شخص ہاتھ باندھتا نہیں اور نہ ہی ان مواضع میں کسی قسم کا اختلاف ہے اس لئے ظاہر ہے کہ حالتِ قیام کے بارے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے حافظ ابن حجر نے جو قید ظاہر کی ہے وہ اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے شاید علی اظہر صاحب کے علم میں تمام قیود احترازی ہی کہا کرتے ہیں ۔

جواب اعتراض سوم :۔ حکم کرنے والے کا ابہام بھی جناب سید علی اظہر صاحب لکھنوی ہی کا حصہ ہے صحابہ کرام جب کہتے ہیں کہ ہمیں حکم ملا تو بالکل ظاہر ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حکم ملا۔ اسی طرح جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کو یہ حکم دیا جاتا تھا تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ حکم آنحضور ہی کا نیز نماز میں ہاتھ باندھ لینا یا کھلے رکھنا یہ ایک شرعی امر ہے۔ اور شرعی امور میں ظاہر ہے کہ خدا کا رسول

ہی حاکم ہوتا ہے کسی اور کا تصور بھی غلط ہے۔ پس اس حدیث کے مفہوم میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے ہاں اگر البتہ مصنف کتاب ارسال الیدین کے ذہن میں ابہام واقع ہو گیا ہے۔ تو یہ ان کے اپنے ذہن کا قصور ہے۔ حدیث شریف کا کوئی قصور نہیں ہے۔

علی اظہر شیعی اپنی کتاب ارسال الیدین کے صد۴ پہ لکھتے ہیں نیز اگر حکم دینے والے رسول خدا ہوں تو امر وجوب کے لئے ہوتا ہے پس نماز میں ہاتھ باندھنا فرض ہونا چاہیئے حالانکہ کوئی سنی نماز میں ہاتھ باندھنے کو فرض نہیں لکھتا۔ نیز اس صورت میں امام مالک مخالف رسول ہوگا کیونکہ اس کا مذہب کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کا ہے۔

اللہ یار خان سنی: امر ہمیشہ وجوب اور فرضیت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ گاہے استحباب اور گاہے اباحت کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ احادیث مبارک میں امر کے صیغے استحباب کے لئے آئے ہیں اور مسئلہ شکار میں اباحت کے لئے آئے ہیں جیسا کہ فاصطادوا یعنی احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کر لیا کرو۔ اس آیت میں امر کا صیغہ ہے اور آج تک کسی اہل علم نے احرام سے فراغت پر شکار کے واجب ہونیکا حکم نہیں دیا ہے امام مالک کے مذہب کی تحقیق سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امام مالک کا مذہب وہی ہے جو آج ان کی مشہور عالم کتاب مؤطا میں درج ہے اور وہ ہے دست بستہ نماز پڑھنے مسنون ہونا اس واسطے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

علی اظہر شیعی: نے اپنے رسالہ ارسال الیدین صد۴ پر لکھا ہے کہ ابو حازم نے جو فرمایا ہے کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ اس بات کو سہیل بن سعد نے خدا کے رسولؐ کی طرف منسوب کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ابو حازم کو اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی اس شک کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو فتح الباری صد ۱۹۲/۲ ۔

اللہ یار خاں سنی:۔ سبحان اللہ تعصب اور عناد بھی عجیب چیز ہے حافظ ابن حجر صاحب نے جہاں سوال لکھا ہے وہاں ہی جواب بھی لکھ دیا ہے مگر شیعی مصنف سوال کا ذکر کرتے ہیں اور جواب کو ہضم کر جاتے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس جواب کا خلاصہ یہاں نقل کر دیں۔ حافظ ابن حجر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر حضرت ابوحازم کی زبان سے یہ فقرہ صادر نہ ہوتا تو یہ حدیث حکم مرفوع میں تھی کیونکہ صراحۃً آنحضور کا اسم شریف مذکور نہ تھا مگر چونکہ آپ کے علاوہ صحابہ کرام کے زمانے میں کوئی اور نہ تھا۔ اس لئے بات حضور ہی کی تھی پس اصطلاح محدثین میں یہ حدیث حکمی مرفوع تھی یعنی مرفوع کے حکم میں داخل تھی۔ لیکن جب ابوحازم راوی نے اپنا یقین ظاہر کیا اور آنحضور کے اسم مبارک کی وضاحت کر دی تو یہ حدیث مرفوع بن گئی پس ابوحازم کا یہ فقرہ کسی شک کے لئے نہیں ہے بلکہ حدیث کے مرفوع ہونے کو مضبوط بنانے کے لئے ہے"۔ سمجھ کے بھی عجیب عجیب پھیر ہوتے ہیں ابوحازم نے جو کاروائی کی تھی وہ تو حدیث کے مرفوع ہونے کے لئے تھی۔ مگر مصنف رسالہ رسال الیدین ہیں کہ حضرت ابوحازم کی تقریر کو شک پیدا کرنے کے لئے نامزد فرما رہے ہیں

(ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا)

اگر حضرت ابوحازم خاموش رہتے تب بھی یہ حدیث حکما مرفوع تھی کیونکہ صحابہ کرام کو اور کون ہے جو حکم دے اور جب حضرت ابوحازم نے وضاحت کر دی کہ یہ حدیث مرفوع ہے تو اس صورت میں یہ حدیث مرفوع ہو گئی نہ کہ موضوع۔

علی اظہر شیعی نے ارسال الیدین صہ۳۶ تا ۱۴۰ اہلبیت کی حجیت پر ملاّ معین کی ایک عبارت نقل کی ہے۔

ومما اعتقده حجیة	اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ اہل بیت
اجماع اهل بيت النبوة	نبوت کا عمل اور اجماع قطعی حجت

رضی اللہ عنہم وعملهم — ہے اور میرے اور ہر منصف کے نزدیک
وھو عندی وعند کل منصف — یہ اجماع بہ نسبت تعامل اہل مدینہ کے
اقوی من عمل اھل المدینۃ — زیادہ قوی ہے۔

اللہ یار خان:۔ مولوی صاحب نے پورے چار صفحے سیاہ کر دیئے مگر کام کی بات ایک بھی نہ کہی ہے دے کے آپ نے جو چیز پیش کی وہ ملامعین کی تحقیق ہے قبل ازیں الفاروق کے صفحات میں قارئین ۱۸ عدد دلائل پڑھ چکے ہیں اور صاحب دراسات ملامعین رافضی ہیں آپ کے رفض وبدعت کا انکار وہی کرے گا جو حقیقت حال سے بے خبر ہو مولوی صاحب کے لئے اس سے تو بہتر یہ تھا کہ اصول کافی یا من لا یحضرہ فقیہ کی کوئی عبارت نقل کرتے۔ یا پھر احتجاج فاضل طبرسی سے استدلال کرتے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اجماع اہل مدینہ کو جو حجت قرار دیا گیا ہے تو اس سے مراد صرف صحابہ کرام کی جماعت ہے۔ عام اہل مدینہ مراد نہیں ہیں تاکہ آج کل کے باشندے بھی اس ہیں داخل ہو جائیں۔ اور ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ صحابہ کرام کے لقب میں اہلبیت عظام بھی داخل ہیں۔ صحابہ کرام سے اہل بیت عظام کے ممبروں کو خارج کرنا جہالت کی بدترین مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اہل بیت کو صحابہ کرام سے خارج جانتا ہے۔ وہ صحابی کے معنی ہی سے بے خبر ہے باقی رہا صرف اہل بیت کا اجماع تو اس کو حجت قرار دینے میں شیعہ لوگ منفرد ہیں جیسا کہ ارشاد الفحول صہ۸۳ پر موجود ہے۔

وذھب الجمھور ایضا — ترجمہ:۔ جمہور علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ
الی ان اجماع العترۃ وحدھا — صرف اہل بیت کا اجماع شرعی حجت
لیس بحجۃ وقالۃ الزیدیۃ — نہیں ہے اور زیدیہ اور امامیہ نے اسکو
والامامیۃ ھو حجۃ واستدلوا — حجت شرعی تسلیم کیا ہے۔ اور آیت

بقولہ تعالیٰ انما یرید اللہ
لیذهب عنکم الرجس اهل
البیت الخ واخفاء رجس
نوجب ان یکونوا مطهرین
عنه واجیب عنه بان
سیاق الایة یعنیه انه فی
نسائه صلی اللہ علیه
وسلم۔

الیٰ ان قال لا یخفیٰ
علیک ان کون الخطأ
رجسا لا یدل علیه لغة
ولا شرع فان معناه
فی اللغة القذر ویطلق
فی الشرع علی العذاب کما
فی قوله سبحانه انه
قد وقع علیکم من
ربکم رجس وغضب
وقوله من رجز الیم
والرجز هو الرجس و
استدلوا بقوله
قل لا اسئلکم علیه

تطہیر سے استدلال کیا ہے۔ صورت
استدلال کی یوں ہے کہ غلطی کرجانا گناہ
ہوتا ہے۔ پس واجب ہوگیا کہ اہل بیت
خطاکاری سے پاک ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت تطہیر
کا ماقبل بتا رہا ہے کہ اس آیت میں
آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں
کا ذکر ہے نیز خطا کو شریعت نے
رجس قرار دیا ہے نہ لغت نے کیونکہ
لغت میں گندگی کو رجس کہتے ہیں اور
شریعت میں عذاب کو رجس کہا جاتا
ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

قد وقع علیکم من ربکم
رجس وغضب۔

اور اسی طرح من رجز الیم۔

اور رجس اور رجز
ایک ہی چیز ہے۔ اور شیعہ علماء نے
آیت مودت قربیٰ سے بھی استدلال
کیا ہے اس کے علاوہ بہت سی
احادیث سے بھی استدلال کیا ہے یہ
آیت اور احادیث اہل بیت کی

اجراالا المودة في القربى - وباحاديث كثيرة جدًا تشتمل على مزيد شرف فيهم وعظيم فضلهم ولا دلالة فيها على حجية قولهم وقد البعد من الستدل على ذالك -	فضیلت اور شرافت پر تو دلالت کرتی ہیں لیکن ان کے اقوال کے شرعی حجیت پر دلالت نہیں کرتیں اور جس شخص نے آیت فضیلت سے اقوال عترت کی حجیت پر استدلال کیا ہے وہ حق انصاف سے دور چلا گیا ہے ۔افسوس ہے کہ شیعہ آج تک نہ بتا سکے کہ آل رسول کون ہیں اور اہل بیت رسول سے کیا مراد ہے ؟ شیعہ کا عموماً اور مولوی علی اظہر صاحب شیعی کا خصوصاً فرض تھا کہ سب سے پہلے آل رسول اور اہل بیت کے افراد کی تعین فرماتے ۔

پھر ہم سے اقوال عترت کی بابت کچھ سنئے ۔

اگر بنظر امعان دیکھا جائے تو شیعہ کے یہاں اہل بیت بارہ اشخاص میں بند ہیں جو صحابہ کرام کے مقدس زمانے میں سوائے علیؓ اور حسنینؓ کے پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ۔پس ان کی اجماع کی کیا صورت ہو سکتی ہے جبکہ ان کا اجماع ایک زمانے میں ممکن نہیں ۔

علی اظہر لکھنوی شیعی ۔ارسال الیدین صد۱۴ تا صد۲۴ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھا کرتے تھے دیکھو فروع کافی جلد اول صد۱۸

فقام ابو عبد اللہ علیہ	ترجمہ :۔پس حضرت امام جعفر صادق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبلہ رو ہو کر کھڑے

السلام یستقبل القبلۃ	ہو گئے پھر دونوں ہاتھوں کو دونوں
منتصبا فارسل یدیہ	رانوں پر چھوڑ دیا اور ہاتھوں کی انگلیوں
جمیعا علی فخذیہ قد	کو آپس میں ملالیا اور دونوں پاؤں
ضم اصابعہ وقرب	کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا
بین قدمیہ حتی کان	یہاں تک کہ دونوں پاؤں کے درمیان
بینھما قدر ثلاث اصابع۔	صرف تین انگلیوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا"

حضرت امام جعفر صادق کی مندرجہ بالا حدیث میں غور کرو کس صفائی سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں یہ ہے اہل بیت کا اجماع۔

حضرت اللہ یار خاں: ایک حضرت امام جعفر صادق کی نماز نقل کر دینے سے اجماع اہل بیت کیسے ثابت ہو سکتا ہے، دوسری عرض یہ ہے کہ جس کتاب سے یہ حدیث نقل کی جا رہی ہے۔ وہ خاص شیعہ کی کتاب ہے اس لئے یہ نقل اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتی۔ تیسری عرض یہ ہے کہ اس روایت کے راوی علمائے رجال شیعہ کے نزدیک کذاب اور وضاع ہیں اس لئے یہ حدیث شیعہ پر بھی حجت نہیں ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ شیعہ اصول میں طے ہو چکا ہے کہ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے پہلے تمام زمانہ وجوب تقیہ کا ہے پس عقل انسانی باور نہیں کرتی کہ حضرت امام جعفر صادق نے تقیہ ترک کر دیا ہو۔ اور کھلے ہاتھوں نماز ادا فرمائی ہو۔ پس وجوب تقیہ اور ارسال الیدین آپس میں دونوں متضاد باتیں ہیں۔ اگر حضرت امام جعفر صادق نے کھلے ہاتھوں نماز ادا کی تو وجوب تقیہ کا مسئلہ موضوع ثابت ہو چکا اور اگر آپ نے وجوب تقیہ پر عمل فرمایا اور دست بستہ نماز پڑھی ہے تو ارسال الیدین کی یہ روایت موضوع اور من گھڑت ثابت

ہو چکی ہے۔ ؎

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

جامع الرواہ شیعہ اسمائے رجال کی بڑی معتبر کتاب صہ ۲۰۷ پر تحریر ہے۔

عن عدۃ من اصحابنا قال کان ابو عبد اللہ علیہ السلام یقول ما وجدت احداً یقبل وصیتی ویطیع امری الا عبد اللہ بن ابی یعفور۔	ترجمہ "ہمارے اساتذہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ عبد اللہ بن یعفور کے علاوہ میں نے کوئی کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ پایا جو میری وصیت قبول کریں۔ اور میرا حکم مانے"۔

حضرت امام جعفر صادق کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے ملنے والوں میں سے صرف عبد اللہ بن یعفور ہی قابل اعتماد تھا۔ باقی سب کے سب بے اعتبار تھے۔ اور فروع کافی دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی روایات میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جو عبد اللہ بن یعفور سے روایت کی گئی بلکہ مذکورہ بالا حدیث جس کو علی اظہر نے سنداً پیش کیا ہے وہ حماد سے مروی ہے اس لیے حسب قواعد شیعہ غلط اور باطل تصور کی جائے گی۔

حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کی نماز

کتب اہل سنت والجماعت کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ ہمیشہ دست بستہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث دستہ بستہ نماز پڑھنے کی آئی ہے وہ بھی حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اس لئے جو لوگ کتب اہل سنت پر نظر رکھتے ہیں

ان کے یہاں حضرت علی کی نماز کی کیفیت میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہے چونکہ آپ دست بستہ نماز پڑھنے کی حدیث کے راوی اول ہیں اس لیے ممکن نہیں کہ آپ کھلے ہاتھوں نماز پڑھیں اب ہم کتب شیعہ سے ثابت کریں گے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ دست بستہ نماز پڑھتے تھے مگر اس مسئلہ کو تحقیق کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ایک قانون کو ذہن نشین کرلیں وہ قانون یہ ہے کہ حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ کے مقدس زمانہ سے لیکر حضرت امام محمد باقر کے زمانہ تک شیعہ مذہب کے اصول و فروع تو کوئی نہیں جانتا تھا۔

۱۵ اگست ۱۹۵۸ء

حتیٰ کہ اس زمانہ میں نمازِ شیعہ کی کسی کو خبر نہ تھی دیکھو اصول کافی مطبوعہ نول کشور صفحہ ۳۶۹

وَكَانَ الشِّيعَةُ قَبْلَ اَنْ يَكُوْنَ اَبُوْجَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ حَتّٰى كَانَ اَبُوْجَعْفَرٍ فَفَتَحَ لَهُمْ وَبَيَّنَ لَهُمْ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِمْ مِنْ مَا كَانُوْا يَحْتَاجُوْنَ اِلَى النَّاسِ۔

ترجمہ:۔ "حضرت امام باقر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے زمانہ سے پہلے کے شیعہ اس حال میں تھے کہ حج کے دستور نہ جانتے تھے اور حلال اور حرام کے شرعی اصول سے بے خبر تھے یہاں تک کہ حضرت امام باقرؓ نے آکر مناسک حج بیان کئے اور حلال و حرام کے چہرہ سے پردہ اٹھایا۔ پھر آخر وہ وقت آگیا کہ دوسرے لوگ شیعہ سے مسائل دریافت کرنے لگے جس طرح وہ اور قبل ازیں شیعہ لوگ اہلسنت سے

دریافت کیا کرتے تھے۔"

معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت زین العابدین رضوان اللہ علیہم کے مقدس زمانوں میں شیعہ مذہب کی کسی فردِ بشر کو خبر نہ تھی۔ پس جب شیعہ کسی کو خبر نہ تھی تو نماز شیعہ جو کھلے ہاتھوں پڑھی جاتی ہے اس کے دنیا میں موجود ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اب علی اظہر صاحب خصوصاً اور شیعہ علمائے عموماً سوچ کر جواب دیں کہ مذکورہ بالا آئمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کے پہلے حضرت علیؓ ہیں اور آخری زین العابدین ہیں کیا ان بزرگوں نے کھلے ہاتھوں نماز پڑھی ! اور کیا یہ بات ممکنات میں سے ہے ؟ ہرگز نہیں پس ثابت ہوگیا کہ حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت امام حسن مجتبےٰ اور حضرت امام حسین شہید کربلا اور حضرت سید الساجدین امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم ان چاروں بزرگوں نے دست بستہ نماز پڑھی ہے اور اہل سنت کے مقتدا یہی بزرگ ہیں۔ اس کے بعد خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے جو کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی روایات وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب موضوعات اور من گھڑت ہیں ۔

علی اظہر ارسال الیدین صلا۲۹ پر یوں رقم فرماتے ہیں ۔

علمائے اہل سنت نے اگرچہ اختلاف کیا ہے کہ عمل اہل مدینہ حجت ہے یا کہ نہیں مگر اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اہل مدینہ کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ عمل ان کا مطابق رسول ہے کیونکہ حضرت کو سب نے یوں ہی نماز پڑھتے دیکھا تھا لہٰذا وہ بھی اسی طرح پڑھا کرتے تھے تو اب اس کے خلاف عمل کرنا دیدہ دانستہ اپنی نماز کو مخالفِ عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنانا ہے کیونکہ یوں تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اہل مدینہ کا عمل خلاف رسول تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تمام اہل مدینہ صحابہ کرام و تابعین کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے کیونکہ امام مالک اس کو عمل اہل مدینہ کہتے ہیں اور عمل اہل مدینہ اس وقت کہا جا سکتا ہے۔ کہ سب کا یہی عمل ہو" بلا اختلاف" کیونکہ درصورت اختلاف عمل اہل مدینہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ عمل بعض اہل مدینہ کہا جائے گا۔ تو اب بدیہی طور سے ثابت ہوا کہ عمل اہل مدینہ امام مالک کے زمانہ تک بلا اختلاف یہی تھا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اسی استدلال امام مالک سے اس حدیث کی حالت ظاہر ہوئی جو ہاتھ باندھنے کے متعلق بیان کی جاتی ہے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ اس روایت کی موجودگی میں بھی صحابہ اور سائر اہل مدینہ کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے تو اب دو احتمال ہو سکتے ہیں اول یہ کہ تمام صحابہ اور اہل مدینہ معاذ اللہ عملِ رسول کی مخالفت کرتے تھے دوئم یہ کہ ہاتھ باندھنے کے بارے میں جو حدیث ہے وہ موضوع ہے ۔

اللہ یار خان :۔ جناب علی اظہر صاحب کو معلوم تھا کہ اہل سنت والجماعت کے ہاں مطلقاً تعامل اہل مدینہ حجت نہیں ہے بنا بریں۔ وہ مجبور تھے کہ اختلاف اہل سنت بیان کرتے اسی لئے انہوں نے لکھ دیا کہ اگرچہ اہل سنت کا اس میں اختلاف

ہے کہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے بات دراصل یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک مطلق اجماع اہل مدینہ حجت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ہاں جو حجت ہے وہ اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع وتعامل حجت قوی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ اور بعد والوں کا مذہب ہے۔

علامہ شوکانیؒ ارشاد الفحول مصری ص۸۰ پر یوں لکھتے ہیں۔

البحث السابع اجماع الصحابة حجة بلاخلاف وقد ذهب الى اختصاص حجية الاجماع باجماع الصحابة داؤد الظاهري وهو ظاهر كلام ابن حبان في صحيحه وهذا هو المشهور عن الامام احمد بن حنبل فانه قال في رواية ابي داؤد عند الاجماع ان يتبع ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن اصحابه وهو في التابعين مخير وقال ابوحنيفه اذا اجتمعت الصحابة على شيء سلمناه واذا اجمع التابعون زاحمناهم۔

ترجمہ: ساتویں بحث اجماع صحابہ کرام حجت ہے بغیر کسی اختلاف کے داؤد ظاہری کے نزدیک حجیت اجماع صحابہ کرام کے اجماع سے مختص ہے اور ابن حبان کے کلام سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے جو اس نے اپنی صحیح میں لکھا ہے اور امام احمد ابن حنبل سے بھی یہی مشہور ہے۔ انہوں نے ابی داؤد کی روایت میں فرمایا کہ اجماع میں شرط یہ ہے کہ یہ اس چیز کی اتباع کی جائے جو نبی کریم صلعم سے منقول ہوئی ہو یا صحابہ کرام سے اور تابعین کے بارے میں وہ اختیار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جس حکم پر صحابہ کرام اجماع کریں وہ حجت ہے اس لئے ہم تسلیم کرتے ہیں اور اگر تابعین اجماع کریں تو ہم مقابلہ کرینگے

اسی ارشاد الفحول مصری صہ ۸۲ پہ علامہ شوکانی کا ارشاد ہے۔

وقال ابن وھب ذھب داؤد واصحابنا الیٰ ان الاجماع انما ھو اجماع الصحابۃ فقط وھو قول لا یجوز خلافہ لان الاجماع انما یکون عن توقیف والصحابۃ ھم الذین شھدوا التوقیف۔ (ارشاد الفحول)

ترجمہ: ابن وہب فرماتے ہیں کہ داؤد اور ہمارے اساتذہ کا قول ہے کہ جو اجماع حجت ہے وہ صرف صحابہ کرام ہے اور وہ ایسا حکم ہے، جس کی مخالفت جائز نہیں ہے اس لیے کہ اجماع توقیف سے ہے اور توقیف کو صرف صحابہ کرام نے ہی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

نوٹ: ان دونوں روائتوں سے واضح ہوگیا کہ اجماع صحابہ کرام کے سوا کوئی اجماع حجت نہیں ہے۔ نیز یہ بات بھی روز روشن کی طرح نظر آگئی کہ امام احمد ابن حنبل اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب تھا۔ رہے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سو ان کا مذہب بھی اسی

"ارشاد الفحول کے صہ ۸۲ پر منقول ہے"

قال الشافعی اذا وجدت متقدمی اھل المدینۃ علیٰ شئ فلا یدخل شک فی قلبک انہ الحق وکلما جاءک شئ غیر ذالک فلا تلتفت الیہ ولا تعبا بہٖ

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس وقت متقدمین اہل مدینہ کو تو کسی چیز پہ متفق پائے پس اس کے حق ہونے کے متعلق تیرے دل میں شک بھی نہ پیدا ہو یہ حق نہیں ہے اور اگر کوئی حکم اس کے خلاف آئے تو اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور اسے لایعبا بہ خیال کر

نوٹ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام احمد ابن حنبل اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول کی تصدیق فرمادی اور واضح کر دیا کہ اجماع صحابہ کرام ہی حجت ہے اور بس.

اجماعِ اہلِ مدینۃ علیٰ انفرادھم لیس بحجۃ عند الجمھور لانھم بعض الامۃ - ارشاد الفحول ص۸۲

جمہور علماء کرام کے نزدیک صرف اہل مدینہ کا اجماع حجت نہیں ہے اس لیے کہ وہ بعض امت ہیں.

قال الزرکشی وھٰذا صریح بان القائلین بذالک لم یعمموہ فی کل عصر بل فی الصحابۃ فقط - ارشاد الفحول ص۸۳

علامہ زرکشی نے فرمایا کہ یہ حکم صریح ہے کہ جو لوگ اجماع اہل مدینہ کے قائل ہیں انہوں نے ہر زمانے کے ساتھ اس کو عام نہیں کیا بلکہ اس سے صرف اجماع زمانہ صحابہ کرام مراد لیا ہے۔

اجماع اھل الحرمین مکۃ والمدینۃ واھل المصرین والبصرۃ والکوفۃ لیس بحجۃ لانھم بعض الامۃ

اور اجماع اہل حرمین یعنی اہل مکہ اور اہل مدینہ اور اہل مصرین یعنی اہل بصرہ وکوفہ حجت نہیں ہے کیونکہ یہ بعض امت ہیں ان تمام روایات معتبرہ سے واضح ہو گیا کہ اجماع صحابہ کرام کے بغیر کوئی اجماع حجت نہیں ہے جہاں اہل مکہ اور اہل مدینہ کا اجماع حجت نہیں وہاں اہل بصرہ اور اہل کوفہ کے اجماع کی کوئی قدر و قیمت اور وقعت نہیں ہے کیونکہ وہ بعض امت ہیں اور بعض امت کا اجماع قابل حجت نہیں ہے۔

نوٹ:- علامہ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم کے ص۲۰۲ ج۲ مصری پر قال الداروردی الخ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام مالک کا بھی یہی خیال ہے۔
نیز علامہ ابن قیم اعلام الموقعین مطبوعہ دہلی کے ص۲۱۸ و ص۲۹۹ پر یوں فرماتے ہیں۔

اہل مدینہ کا عمل اس وقت تک معتبر تھا۔ اور حجت تھا جب تک صحابہ کرام کا مترود قیامگاہ تھا اور جب صحابہ کرام مدینہ سے دوسرے شہروں میں تشریف لے گئے تو اس وقت ان شہروں کا عمل معتبر ہوگا۔ جہاں صحابہ کرام عمل کر رہے ہیں اس لئے کہ مدینہ کی گلیوں، دیواروں اور اینٹوں کا اعتبار نہیں ہے عمل تو سکان مدینہ ہی کا لیا جائے گا۔ اور وہ صحابہ کرام ہیں۔

فانہم شاهدوا التنزیل وعرفوا التاویل وظفروا من العلم بما لم یظفر بہ من بعدهم فہم المقدمون فی العلم علی من سواهم کما هم المقدمون۔ فی الفضل والدین وعملهم وهو العمل الذی لا یخالف۔	پس صحابہ کرام نے نزول قرآن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تاویل قرآن کو پہچانا اور علم پایا کہ بعد والوں نے ایسا علم نہ پایا اور صحابہ کرام مقدم ہیں علم میں باقی لوگوں پر جیسا کہ وہ مقدم ہیں فضیلت اور دین میں اور ان کا عمل ایسا ہے جس کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔

اس کے بعد جب صحابہ کرام باقی شہروں میں منتقل ہو گئے جن کی تعداد تقریباً تین صد کے قریب تھی جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری صہ ۲۹۳ ج ۱۳ پہ فرماتے ہیں۔

وفضل المدینۃ ثابت لایحتاج الی اقامت دلیل خاص وانما المراد هنا تقدیم اهلها فی العلم علی غیرهم فان المراد بذالک تقدیمهم	فضیلت اہل مدینہ کی ثابت ہے جو کسی خاص دلیل کی محتاج نہیں ہے اور اس جگہ اہل مدینہ کی تقدیم سے مراد تقدیم علمی ہے، دوسروں پہ تحقیق مراد اس سے تقدیم ان کی بعض

بعض الاعصار وهو العصر فی الذی کان فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقیما بہا العصر الذی بعدہ من قبل ان یتفرق الصحابۃ فی الامصار فلا شک تقدیم العصرین المذکورین علی غیرھم وھو الذی یستفاد من الاحادیث وان کان المراد استمرار ذالک لجمیع من سکنہا فی عصر فھو محل النزاع ولا سبیل الی التعمیم القول بذالک۔

زمانہ میں ہے یعنی جس زمانہ میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم موجود تھے مدینہ منورہ میں اور وہ زمانہ بھی مراد ہے جس میں صحابہ کرام مدینہ سے منتقل نہیں ہوئے تھے۔ دوسرے شہروں میں بے شک دونوں زمانے باقی زمانوں پر مقدم ہیں اور یہ وہ چیز ہے جو احادیث سے مستفاد ہوتی ہے اور اگر مراد تمام زمانہ ہو یعنی یہ فضیلت مدینہ استمراری ہو۔ ان تمام لوگوں کے لئے جو بھی جس زمانے میں مدینہ میں سکون پذیر ہوں تو یہ بات محل نزاع ہے اور کوئی راستہ نہیں کہ اس کو عام کیا جائے ''

نوٹ :- ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اجماع صحابہ کرام ہی حجت ہے جس حکم پر بھی صحابہ کرام نے اجماع کیا وہی دین کی قوی دلیل ہوتی ہے بلکہ دین رسول وہی ہے اور اس کی مخالفت کفر جلی ہے مثلاً صحابہ کرام نے خلافت راشدہ پر اجماع کیا علی الترتیب یہ چاروں خلافتیں برحق ٹھہریں۔ اب ان کا انکار آپ خود ہی سمجھ لیں کہ کیا ہے۔ الفاروق کے سابقہ شماروں میں راقم الحروف یہ ثابت کر چکا ہے کہ تمام صحابہ کرام کا اجماع ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے پر تھا۔ نہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی اور نہ ہی کسی صحابہ رسول نے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی

شیعہ دوست مولوی علی اظہر کی طرف سے یہ چیز پیش نہیں کر سکتا کہ کسی صحابی نے یا خود رسول پاک نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی۔

اب رہا امام مالک کا اجماع و عمل اہل مدینہ کو حجت فرمانا تو اس کے متعلق علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین مطبوعہ دہلی ص۲۹۸ ج اول پر فرمایا ہے۔

نحو ثلاث مائۃ صحابی وبیف قد انتقلوا من المدینۃ و تفرقوا فی الامصار وھذا یدل علی ان عمل اھل المدینۃ لیس عندہ حجۃ لازمۃ لجمیع الامۃ وانما ھو اختیار منہ لما رائی علیہ العمل ولم یقل قط فی مؤطاہ ولا غیرہ ولا یجوز العمل لغیرہ بل یخبر اخبارا مجردا ان ھذا عمل اھل المدینۃ ط

"تین سو سے زیادہ صحابہ کرام مدینہ منورہ سے باقی شہروں میں منتقل ہو گئے تھے اور الگ شہروں میں چلے گئے تھے یہ بات دلالت کرتی ہے کہ عمل اہل مدینہ امام مالک کے نزدیک حجت نہیں ہے تمام امت کے لئے جب امام مالک نے اہل مدینہ کو کوئی عمل کرتے دیکھا تو اس کو اختیار کر لیا۔ اور امام مالک نے کسی دوسری کتاب میں ہرگز نہیں فرمایا کہ عمل اہل مدینہ کے خلاف کوئی عمل جائز نہیں ہے بلکہ امام مالک نے تو صرف اس بات کی خبر دی ہے کہ اہل مدینہ یوں عمل کرتے تھے۔"

نوٹ:۔ اس روایت سے شمس نصف النہار کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ امام مالک کے نزدیک بھی سوائے صحابہ کرام کے اجماع کے کسی کا اجماع حجت نہیں ہے۔ لوگوں کو امام ممدوح کے ایک قول سے غلطی لگی

جس میں انہوں نے صرف یہ خبر دی تھی کہ اہل مدینہ یوں عمل کیا کرتے تھے امام مالک نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا اور کسی سے یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ تمام اہل مدینہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

"اہل مدینہ سے امام مالک کی مخالفت"

علامہ شوکانی نے ارشاد الفحول صـ۹۲ پر یوں بیان فرمایا ہے۔

ویشکل علیٰ ما روی عن مالك من حجیة اجماع اهل المدینة علیٰ انّ البیع بشرط البراءة لا یجوز ولا یبری من العیب اصلا علمه او جهله ثمّ خالفهم فلو كان یری ان اجماعهم حجة لم تسمح مخالفته

"امام مالک سے جو روایت بیان کی گئی ہے کہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ بیع بشرط براۃ عن العیب بالکل جائز نہیں ہے مشتری اس عیب کا علم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو پھر امام مالک اہل مدینہ کے مخالف ہوگئے ہیں۔ اس بیع میں پس اگر امام مالک اہل مدینہ کے عمل اور اجماع کو حجت جانتے تو اس اجماع میں مخالفت نہ کرتے"

"حضرت امام مالک اہل مدینہ کے اس عمل کو حجت جانتے ہیں جو حدیث رسول سے ثابت ہو"

قال الباجی انما اراد ذالك بحجیة اجماع اهل المدینة فیما

"قاضی باجی نے کہا ہے کہ امام مالک کی مراد اجماع اہل مدینہ کے حجت ہونے سے یہ ہے کہ جس کے لئے

کان طریقته النقل المستفیض	حدیث مشہور رسول خدا ہو جیسا
کالمد والصاع والاذان	مد صاع اذان، اقامت اور زکوٰۃ
والاقامة وعدم	کا سبزیوں میں واجب نہ ہونا جس
وجوب الزکوٰة فی الخضروات	طرح عادت چاہتی ہے۔ اس لئے
مما تقضی العادة بان یکون	کہ ایک کام زمانہ رسول میں ہوتا
فی زمن النبی فانه لو	اور کیا جاتا ہے پھر اگر وہ متغیر
تغیر عما کان علیہ لعلم	ہو جاتا ہے۔ تو یقیناً اس کا علم
قال الابھری من اصحاب مالک انما	ہوتا ہے " ارشاد الفحول صہ ۸۲

اراد مالک یه فیما طریقة النقل والاخبار والا جناس والصاع

علامہ ابہری نے مالکی مذہب کے متعلق کہا کہ امام مالک کی مراد اجماع وعمل اہل مدینہ سے وہ اجماع ہے جو حدیث رسول سے ثابت ہے جیسا جنس صاع (ماپ تول) وغیرہ نہ عام احکام اب ہم نے علی اظہر کے اس قول کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دیں کہ امام مالک کے نزدیک اجماع اہل مدینہ حجت ہے ہم نے واضح کر دیا کہ تمام اہل سنت کے نزدیک صرف اجماع صحابہ کرام حجت ہے حضرت امام مالک خود اہل مدینہ کی مخالفت کر لیتے تھے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اجماع وعمل اہل مدینہ حجت نہیں ہے امام مالک کے نزدیک وہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے جو حدیث رسول سے ثابت ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ امام مالک نے کسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ تمام اہل مدینہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

نماز شیعہ کا موجد

کتب شیعہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کی ایجاد کا سہرا بھی زرارہ صاحب کے سر پر ہے۔ رجال کشی میں عمار ساباطی سے روایت ہے وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ایک کو مکہ و مدینہ کے درمیان راستہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ ایسی نماز میں نے کسی مذہب میں نہ دیکھی تھی نہ آج تک کسی نے اس طرح پڑھی تھی۔ ایک نہایت ہی عجیب قسم کی نماز تھی اور عجیب عجیب دعائیں تھیں جو بعد از نماز مانگی گئیں تھیں جب صبح ہوئی اور ہم امام جعفر صادق کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ زرارہ بن اعین تھے ملاحظہ ہو۔ رجال کشی۔

نوٹ:- زمانہ حاضرہ کے شیعہ علمٔ مجتہدین اس بات پر زور دے رہیں ہیں کہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے والے بارہ امام ہیں رجال کشی کی روایت موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عجیب و غریب نماز زرارہ کے نتیجہ فکر کی کاروائی ہے۔

نیز یہ بات مسلم بین الفریقین ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی بات میں خلفائے ثلاثہ کی مخالفت نہیں کی۔ یہاں تک کہ ان کی رعایت سے اپنا اصلی قرآن بھی ظاہر نہ کیا اور ورثہ فاطمہ پر فدک واپس نہ کیا

اور نماز تراویح میں "بدعت" کو قائم رکھا روک نہ سکے متعۃ النساء کو رواج نہ دے سکے۔ نماز جنازہ چار تکبیریں پڑھتے رہے۔ پانچ تکبیریں جاری نہ کر سکے۔ جب حال یہ ہے اور صورت احوال اس طرح پر ہے تو خدارا بتلاؤ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ کی اقتدا میں کھلے ہاتھوں نماز پڑھی تو کس طرح پڑھی؟ ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نماز پڑھی اور دست بستہ پڑھی ملاحظہ ہو تلخیص صد ۳۵۲

شیعہ عقائد کے نزدیک خلفائے ثلاثہ (نقل کفر کفر نباشد) کافر تھے اور کافر کی اقتدا تو شیعہ مذہب میں بھی جائز نہیں ہے۔ علی بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ آیا سنی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ لا تصلی الا خلف من تثق بدینه یعنی نماز اس کے پیچھے پڑھو جس کے دین پر اعتبار ہو۔ اگر کسی کے دین پر اعتبار نہیں تو اس کی اقتدا بھی درست نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک تو خلفائے ثلاثہ کا دین صحیح تھا اگر ان لوگوں کا دین ہی خراب ہوتا تو حضرت علی ان کے پیچھے ہرگز نماز نہ ادا کرتے اور اگر نماز پڑھ چکے تھے تو اس کا اعادہ لازم تھا فروع کافی جلد اول صد ۲۲۴ پر موجود ہے کہ حضرت علیؓ نے کسی فاسق کے پیچھے نماز پڑھی پھر فوراً لوٹا لی تو کوئی شیعہ صاحب ثابت کر دکھائیں کہ حضرت علیؓ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں ان نمازوں میں سے کوئی نماز لوٹائی تھی یا کہ خلفائے ثلاثہؓ کے زمانے میں تازہ تازہ لوٹا لیا کرتے تھے دراصل بات یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی اقتدا میں نماز پڑھنا شیعہ کے لئے سخت

سردردی کا باعث ہے۔ یہاں تک کہ سید المرتضےٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء اور شافی میں نماز کی دو قسمیں بنادی ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی حالانکہ شرع ظاہر ہے باطن نہیں ہے۔

ایک لطیفہ

آج کل پاکستان میں شیعہ سُنی اتحاد کی سخت ضرورت ہے کیا ہی اچھا ہو کہ شیعہ حضرات اہل سنت کے اماموں کی اقتداء میں نماز ادا کیا کریں اور دل میں اقتدا نہ کریں۔ اس طرح پاکستان میں امن وامان کا گہوارہ بن جائیگا فروع کافی جلد اول صفحہ ۲۲۷ پر ایک حدیث موجود ہے۔ آجکل شیعہ بھائیوں کو ادھر توجہ دینی چاہیئے۔ حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی خَلْفَهُمْ فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ کَانَ کَمَنْ صَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلُ اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

(ترجمہ) "جس شخص نے سنی امام کے پیچھے پہلی صف میں نماز پڑھی وہ مانند اس شخص کی ہے جس نے خدا کے رسولؐ کے پیچھے نماز ادا کی۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شیعہ مذہب آدمی از راہ تقیہ کسی سُنی کے پیچھے ادا کرے تو وہ اس نمازی کا ثواب حاصل کرتا ہے جس نے خدا کے رسولؐ کے پیچھے نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ رسول کے پیچھے ادا شدہ نماز کے ثواب کا کوئی شخص اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔ اس لیئے پاکستانی شیعہ برادری کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ

کے نقش قدم پر چل کر عظیم ثواب حاصل کریں اور ظاہری نماز اہل سنت اماموں کے پیچھے ادا کرنا شروع کر دیں۔ اس سے جہاں آپ لوگ ثواب کے انبار جمع کر لیں گے۔ وہاں ملک پاکستان کی سیاسی فضا میں بہترین کردار پیش کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ملازمت مسجد رسول۔

حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کو جماعت مسلمین کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ بیشتر اوقات مسجد نبوی میں اقامت گزیں رہتے تھے۔ جب تک کوئی ضروری کام پیش نہ آتا تھا آپ مسجد نبوی سے ہرگز باہر نہ جاتے تھے۔ دیکھو شافی مرتضیٰ علم الہدےٰ مطبوعہ طہران ص ۳۵۴

وَاِنَّمَا کَانَ یُکْثِرُ الْجُلُوْسَ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَیَقَعُ الْاِجْتِمَاعُ مَعَ الْقَوْمِ هُنَاکَ ۔	(ترجمہ) اور حضرت علی اکثر اوقات مسجد نبوی میں بیٹھے رہتے تھے پس وہاں صحابہ کرام کے ساتھ اکٹھے ہو جاتے تھے،،

نیز ملاحظہ ہو کتاب سلیم بن قیس ص ۲۲۴

وَکَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ یُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ الصَّلٰوۃَ الْخَمْسَ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ لَهُ	(ترجمہ) ”اور حضرت علی پانچوں وقت کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرتے تھے۔ پس جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو جاتے تو

اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ كَيْفَ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلَى الْاٰن

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آپ سے دختر رسول کا حال دریافت کرتے اور کہتے کہ اب خدا کے رسول کی دختر کا کیا حال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق کے اقتداء میں نماز پڑھنے کا بہت شوق فرماتے تھے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بذاتِ خود تمام مسلمانوں کا امام بنایا۔

دیکھو درۃ نجفیہ ص۲۲۵۔

اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ

(ترجمہ) پس جبکہ آپ کی بیماری تیز ہوگئی تو ابوبکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

آنحضور کا امر بغیر امر خداوندی کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالیٰ کی جانب سے حکم پاکر سیدنا ابوبکر صدیق کو تمام مسلمانوں کا امام بنایا۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی آنکھوں سے ان تمام حالات کو مشاہدہ کئے ہوئے تھے اس لئے جماعت میں مل کر نماز پڑھنے کا خوب شوق فرماتے تھے۔

علی اظہر شیعی اپنے اس رسالہ ارسال الیدین سے

وَقَدْ رُوِيَ فِي سُنَنِ أَبِي دَاوُد وَالنَّسَائِي وَصَحِيحِ ابْنِ السَّكَنِ شَيْءٌ يَسْتَأْنَسُ بِهِ عَلَى تَعْيِينِ الْآمِرِ وَالْمَأْمُورِ فَرُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ رَآنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَدِي الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى فَنَزَعَهَا وَوَضَعَ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ فتح الباری جلد دوم ص۵۴

(ترجمہ) یہ تحقیق سنن ابوداؤد اور نسائی اور صحیح ابن سکن میں ایک ایسی چیز دستیاب ہوئی ہے۔ جو آمر اور مامور کی تعین میں بہت مفید ہے۔ پس عبداللہ بن مسعود سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ خدا کے رسول نے مجھے دیکھا درحالیکہ میں نے بائیں کو دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا پس آنحضور نے کھینچ لیا اور میرے دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر رکھ دیا۔ اس حدیث کی سند حسن ہے ۱۱

مگر ہائے افسوس کہ اس استیناس نے اور وحشت پیدا کر دی کیونکہ یہ حدیث حسن ہے اور وہ حدیث صحیح ہے تو حدیث صحیح کی وحشت حدیث سے کیسے دور ہو سکتی ہے۔ حسن بمقابلۂ صحیح کوئی چیز ہی نہیں دوسرا یہ واقعہ ابن مسعود سے خاص واقعہ سے عام حدیث کی وحشت دور نہیں ہو سکتی تیسرا اس حدیث میں ابن مسعود کی سخت ابہام ہے کیونکہ اس میں ذکر قیام ہے۔ نہ ذکر قعود ہے اور نہ ہی ذکر صلواۃ ہے بس ایسی مبہم حدیث سے بخاری کی اس صحیح حدیث کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جو خاص نماز کے بارے میں ہے۔

اللہ یار خان سنی :- مولوی علی اظہر صاحب کے اس

اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بخاری اور ابوداؤد کی روایت میں تعارض قائم کر دیا ہے۔ اور تعارض کی صورت میں حدیث حسن حدیث صحیح کا مقابلہ نہیں کر سکتی وغیرہ وغیرہ لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا نام و نشان بھی نہیں ہے اور آپ مقابلہ مقابلہ پکار رہے ہیں۔ تعارض تو جب تصور کیا جائے کہ ان دونوں حدیثوں کے مفہوم آپس میں جمع نہ ہو سکیں۔ امید نہیں ہے کہ کوئی عقلمند آدمی سہل بن سعد کی حدیث میں اور عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں نظر رکھ لینے کے بعد تعارض کا لفظ زبان سے نکال سکے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ سہل بن سعد کی روایت میں جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے ابو حازم کے اظہار سے پہلے حکم دینے والے کے نام کی تعین نہ تھی اور عبداللہ بن مسعود کی وہ روایت جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ حکم دینے والے کی تعین کرتی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی بھی ابوداؤد کی حدیث کو بخاری کی حدیث کی شرح کرنے کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ اور ابو حازم کی توضیح کے بعد تو امام بخاری کی روایت بھی صاف مرفوع بن گئی ہے۔ پس اگرچہ حافظ صاحب کے نزدیک ابوداؤد کی حدیث حسن ہے مگر شرح کرنے کے لئے تو کافی شافی ہے اسی طرح دونوں حدیثیں نماز کے بارے میں ہیں اور قیام کے علاوہ جو نماز کی حالتیں ہیں ان میں تو دست بستہ نماز پڑھنے یا کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں اس لئے ابہام کی کہانی بھی علی اظہر صاحب

کی اپنی ہی زبان ہے جس کے نیچے کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔

علی اظہر شیعی۔ ارسال الیدین صفحہ یہاں پر معمولی عقل کا آدمی بھی کہہ دے گا۔ کہ جس طرح بخاری نے وضعی حدیث لکھ کر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت کیا ہے اسی طرح بخاری کے بعد میں آنے والے محدثین نے اس مضمون کی حدیثیں از خود تیار کر لیں تاکہ بخاری کی حدیث پر پردہ پڑ جائے اور اس کا وضعی ہونا ظاہر نہ ہو سکے۔

اللہ یار خان سنی:۔ کوئی عقلمند آدمی تو بخاری کی اس حدیث کو وضعی کہہ نہیں سکتا کیونکہ دستِ بستہ عبادت کمال تعظیم پر دلالت کرتی ہے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا تو عاقل کے نزدیک تعظیم کا نشان نہیں ہے کیونکہ یہ تو آدمی کی عادت ہے کہ ہر وقت ہاتھ کھلے ہوئے ہوتے ہیں چاہے بیٹھا ہو چاہے کھڑا ہو۔ چاہے لیٹا ہو چاہے سویا ہو ہاتھوں کی یہ حالت تو عادت ہے۔ اس لئے اس کو تعظیم کا نشان قرار دینا کسی عاقل بصیر کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ہاں واقعی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ دینا عادت کے خلاف ہے۔ اور نشان تعظیم ہے۔ خدا جانے جناب علی اظہر صاحب عقل کس چیز کا نام رکھے ہوئے ہیں جس حدیث کو امام بخاری نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کیا ہے۔ عقل کے زور سے تو اس کو موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا ہاں اگر مصنف رسالہ ارسال الیدین کسی اور طریقے سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر دیتے تو قابل تحقیق ہوتا۔

علی اظہر شیعی ارسال الیدین کے صفحہ پر لکھتے ہیں

قَالَ اَبُو حَازِم لَا اَعْلَمُہٗ اِلَّا یُنْمٰی ذٰلِکَ اِلٰی ۔۔۔

اس نسبت میں لفظ ینمی بصیغہ مجہول ہو تو معنے یوں ہوگا ابو حازم کہتا ہے کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ اس حکم کی آنحضور کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ اس صورت میں نسبت کرنے والے کا نام مذکور نہ ہوگا اور حدیث مرسل ہو گی۔ جو قابل حجت نہیں ہے۔

اللہ یار سنی:۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۵۴ پر نہایت تحقیق اور وضاحت سے لکھا ہے کہ معروف ہے بصیغہ مجہول نہیں ہے اس لئے علی اظہر صاحب کا اس فعل مضارع کو بصیغہ مجہول بنا کر اس پر عمارت کھڑی کر دینا چشم پوشی کی ایک بڑی مثال ہے نیز آپ کا ارشاد کہ حدیث مرسل حجت نہیں ہوتی یہ بھی سراسر غلط ہے۔ آپ جن کو الزام دے رہے ہیں۔ حدیث مرسل ان کے یہاں حجت ہے جیسا کہ کتب اصول میں موجود ہے۔

قَالَ بَعْضُ الْاَئِمَّۃِ اَلْحَدِیْثُ الْمُرْسَلُ صَحِیْحٌ یُحْتَجُّ بِہٖ وَھُوَ مَذْھَبُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٍ وَاَحْمَدَ رَحِمَھُمُ اللہُ تَعَالٰی۔

بعض آئمہ کہتے ہیں کہ حدیث مرسل صحیح ہے قابل حجت ہے اور یہ مذہب ہے ابو حنیفہ کا اور مالک کا اور احمد کا خدا ان پر رحمت کرے۔

دیکھو مقدمہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم صفحہ ۳۴ اس کے بعد علی اظہر صاحب نے علامہ عینی شارح صحیح بخاری سے وہ احادیث نقل کی ہیں جن سے وضع الیمین علی الیسار فی الصلوٰۃ ثابت ہوتا ہے اور

پھر راویوں پر جرح کی ہے اس لئے ہم پہلے علامہ عینی کی کتاب سے پوری عبارت نقل کرتے ہیں پھر جرح کا جواب دیں گے۔ عینی شرح صحیح بخاری جلد سوم ص۱۵

وَمِنْ جُمْلَةِ مَا احْتَجَجْنَا فِي الْوَضْعِ حَدِيْثٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه مِنْ حَدِيْثِ الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُهَلَّبِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ۔

(ترجمہ) وہ حدیثیں جن سے ہم دست بستہ نماز پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے۔ جس کو ابن ماجہ نے اپنی کتاب میں احوص سے روایت کیا ہے اور اس نے سماک بن حرب سے اور اس نے قبیصہ ابن مہلب سے اور اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا تھا کہ خدا کے رسولؐ ہمارے امام ہوتے تھے تو بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے۔

اَلثَّانِيْ مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى

دوسری حدیث وہ ہے جس کو مسلم نے اپنی صحیح میں وائل بن حجر سے روایت کیا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے یہ طویل حدیث ہے اس میں ہے پھر آپ نے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ

پر رکھ دیا اور نماز پڑھی ۔

اَلثَّالِثُ مَا اَخْرَجَهُ
اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَ
وَابْنُ مَاجَه مِنْ حَدِیْثِ
الْحَجَّاجِ بْنِ اَبِیْ زَیْنَبَ
قَالَ سَمِعْتُ اَبَانَ اَبْنَ
عُثْمَانَ یُحَدِّثُ عَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ
اَنَّهُ کَانَ یُصَلِّیْ فَوَضَعَ
یَدَهُ الْیُسْرٰی عَلَی الْیُمْنٰی
فَرَاٰهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
فَوَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی

(ترجمہ) تیسری حدیث وہ ہے جس
کو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ
نے حجاج بن ابی زینب سے روایت
کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابان
بن عثمان سے سنا وہ عبداللہ بن
مسعود سے حدیث بیان کرتے ہیں
کہ عبداللہ نماز پڑھ رہے تھے پس
بائیں ہاتھ کو دائیں کے اوپر رکھ دیا
اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے
دیکھ لیا پس عبداللہ کے دائیں ہاتھ
کو پکڑ کر بائیں کے اوپر رکھ دیا۔

اَلرَّابِعُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّا مَعَاشِرَ
الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا بِاَنْ نُّمْسِكَ
بِاَیْمَانِنَا عَلٰی شَمَائِلِنَا فِی الصَّلٰوةِ وَ
فِیْ اِسْنَادِهٖ طَلْحَةُ بْنُ عَمْرٍو مَتْرُوْكٌ
وَعَنِ ابْنِ مَعِیْنٍ لَیْسَ بِشَیْءٍ

چوتھی حدیث وہ ہے جو عبداللہ
بن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے
عبداللہ بن عباس آنحضور سے روایت
کرتے ہیں کہ فرمایا ہم پیغمبروں کی
جماعت ایسے لوگ ہیں کہ ہمیں حکم
دیا گیا ہے کہ دائیں ہاتھوں سے
بائیں ہاتھوں کو نماز میں پکڑ لیں۔

اس حدیث کی سند میں طلحہ بن عمیر ہے جو متروک ہے ابن معین نے اس کے حق میں فرمایا کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اَلْخَامِسُ مَا اَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَفِيْ اَسْنَادِهِ النَّضْرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ لَيْسَ بِشَيْءٍ ۔

پانچویں حدیث یہ ہے جس کو دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوع روایت کیا ہے یہ حدیث بالکل حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث کی طرح ہے اس کی سند میں نضر بن اسماعیل ہے ابن معین ان کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اَلسَّادِسُ فِيْ مُقَدِّمَةِ فَتْحِ الْمُلْهِمِ ص ٤٩ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا كَقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

چھٹی حدیث وہ ہے جو فتح الملہم کے مقدمہ میں ص۴۹ پر مذکور ہے جہاں مصنف نے صحابہ کے قول مِنَ السُّنَّةِ کی مثال میں حضرت علیؓ کا قول حسن السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ ذکر کرکے فرمایا ہے

ظَاهِرٌ فِي الرَّفْعِ وَهُوَ قَوْلُ
الْأَكْثَرِ إِذْ هُوَ الْمُتَبَادِرُ
إِلَى الذِّهْنِ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ
لِأَنَّ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْلٌ وَسُنَّةَ
غَيْرِهِ تَبَعٌ

السَّابِعُ - مَا أَخْرَجَهُ
ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ
وَكِيعٍ عَنْ مُوسَى ابْنِ عُمَيْرٍ
عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ
عَنْ أَبِيهِ - قَالَ رَأَيْتُ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ
عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلٰوةِ
تَحْتَ السُّرَّةِ وَسَنَدُهُ جَيِّدٌ
وَرُوَاتُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ
وَكِيعٌ أَحَدُ الْأَعْلَامِ وَ
وَمُوسَى وَثَّقَهُ أَبُو حَاتِمٍ
وَأَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ

کہ ظاہر باہر ہے کہ یہ حدیث مرفوع
ہے اور یہی اکثر محدثین کا قول ہونے
کی صورت میں اسی طرف ذہن انتقال
کرتا ہے اس لئے کہ:
نبی کی سنت اصل ہے اور کسی
دوسرے کی سنت تابع ہے۔

ساتویں حدیث وہ ہے جس کو
ابن ابی شیبہ نے وکیع سے اور اس
نے موسٰے بن عمر سے اور اس نے
علقمہ بن وائل اور اس نے اپنے
باپ وائل بن حجر سے روایت کیا ہے
کیا میں نے خدا کے رسول کو دیکھا
آپ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں
ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے
تھے۔ اور اس حدیث کی سند بڑی
عالی شان ہے۔ اس کے سارے
راوی با اعتبار ہیں وکیع جو ہے وہ
علم کے پہاڑوں میں سے ایک ہے
اور موسٰے کو ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے

فِيْ رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَ مُسْلِمٌ وَالْأَرْبَعَةُ وَثَّقَهُمْ ابْنُ حِبَّانَ فَهُوَ شَاهِدٌ لِحَدِيْثِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔

اور اس کے لئے نسائی نے روایت کی ہے اور علقمہ جو ہے تو اس کے لئے بخاری نے رفع یدین میں حدیث ذکر کی ہے اور امام مسلم نے اور ان چاروں راویوں کو ابن حبان نے بھی ثقہ کہا ہے پس یہ حدیث حضرت علیؓ کی حدیث کے لئے شاہد ہے یعنی معاون ہے ۔

كَذَا فِيْ تَخْرِيْجِ الْأَحَادِيْثِ الْاِخْتِيَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ لِقَاسِمِ بْنِ قُطْلُوْبُغَا

یہ تمام تقریر قاسم بن قطلوبغا کی کتاب نامی اختیار شرح مختار میں مذکور ہے

فَإِنْ قُلْتَ إِنَّ فِيْهِ اِنْقِطَاعًا فَإِنَّ عَلْقَمَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيْهِ بَلْ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيْهِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ قُلْتُ هٰذَا قَوْلُ بَعْضِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالصَّحِيْحُ أَنَّ الْمَوْلُوْدَ بَعْدَ أَبِيْهِ هُوَ أَخُوْهُ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَأَمَّا

اگر تو کہے کہ اس سند میں انقطاع ہے۔ اس لئے کہ علقمہ کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں ہے بلکہ یہ صاحب اپنے باپ کی موت کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے ہیں کہتا ہوں کہ واقعی یہ بعض محدثین کا قول ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جو اپنے باپ کی موت کے بعد پیدا ہوا وہ علقمہ نہیں ہے .

عَلْقَمَةُ فَقَدْ حَدَّثَ عَنْ اَبِیْهِ وَ سَمِعَ مِنْهُ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَنْ طَالَعَ سُنَنَ النَّسَائِیِّ وَجَامِعَ التِّرْمِذِیِّ هٰکَذَا فِی الْقَوْلِ الْجَازِمِ فِیْ سُقُوْطِ الْحَدِّ بِنِکَاحِ الْمَحَارِمِ لِمَوْلَانَا عَبْدُالْحَیِّ

بلکہ علقمہ کا بھائی عبدالجبار ہے اور علقمہ نے تو اپنے باپ سے حدیث بیان کی ہے۔ اوران کا سماع ثابت ہے جیسا کہ سنن نسائی اور جامع ترمذی کا مطالعہ کرنے والے پر ذرہ بھر بھی مخفی نہیں ہے یہ ساری تقریر مولانا عبدالحی کے رسالہ نامی القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم میں درج ہے۔

علی اظہر شیعی :۔ طلحہ بن عمیر ضعیف ہے اس کو ابن معین نے ضعیف کہا ہے دوم نفر بن اسماعیل بھی ضعیف ہے اسکو بھی ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ سوم احوص اور سماک بن حرب بھی مجروح ہیں چہارم حجاج بن ابی زینب سخت ضعیف ہے اس کو بھی ابن معین نے ضعیف کیا ہے نیز جب آنحضورؐ چادر اوڑھے ہوئے ہوتے تھے اور آپ کے دونوں ہاتھ چادر میں لپٹے ہوئے ہوتے تھے تو لوگوں کو آپ کے ہاتھوں کی کیفیت کس طرح معلوم ہو سکتی تھی پس یہ حدیثیں سند کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں قابل حجت نہیں ہیں اور عادت کے بھی خلاف ہیں اس لئے ساقط عن الاعتبار ہیں۔

اللہ یار خان سنی :۔ ابن معین نے جن راویوں کو ضعیف کہا ہے

دوسرے محققین علمائے رجال نے ان کی توثیق کر دی ہے باقی رہا تعدیل پر جرح کے مقدم ہونے کے مسئلہ تو عموماً شیعہ علماء اس میں افراط اور تفریط سے کام لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جرح راوی دو قسم ہے ایک جرح مجمل اور دوسری جرح مفصل جرح مفصل وہ جرح ہے جس میں ضعف کی وجہ بیان کی جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ جرح مجمل ہے۔ پس یہ جو مشہور ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اس سے مراد وہ جرح ہوتی ہے جو مفصل ہو جرح مجمل کو تو کوئی اہل علم تعدیل پر مقدم نہیں رکھتا

دیکھو مقدمہ فتح الملہم صفحہ ۶۸

فَقَدْ قَالُوْا لَا يُقْبَلُ الْجَرْحُ إِلَّا مُفَسَّرًا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ أَنَّهٗ لَا يَكْفِيْ فِيْ ذَالِكَ قَوْلُ ابْنِ مَعِيْنٍ مَثَلًا هُوَ ضَعِيْفٌ مِنْ غَيْرِ بَيَانِ سَبَبِ ضُعْفِهٖ۔

یہ تحقیق محدثین نے کہا ہے کہ جرح جب تک واشگاف نہ ہو۔ قابل قبول نہیں ہوتی ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ ابن معین کسی راوی کو ضعیف کہدیں تو یہ بات کافی نہیں بلکہ ضعف کا سبب بیان کرنا ضروری ہے۔

(نوٹ) کس صفائی سے جرح کا معیار قبول، اور عدم قبول بیان فرمایا ہے۔ اگر کوئی نا قد رجال صرف ضعف کا فتوے لگا دے تو کفایت نہیں کرتا۔ جب تک خاص طور پر راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ بیان نہیں کی جائے گی۔ تب تک صرف ضعف کا فتویٰ ثقاہت کے فتوے کو رد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ضعف کی توضیح کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے کہ آیا یہ چیز ضعف کی وجہ بن سکتی ہے یا نہ؟ بہت ممکن ہے کہ ایک نا قد رجال کے نزدیک جو

ضعف کی وجہ ہے وہ دوسرے کے نزدیک وجہ ضعف قرار نہ پائے اس لئے وجہ ضعف کی تشخیص نہایت ضروری ہے اسی نکتے کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں یوں بیان فرمایا ہے ۔

وَ كَانَ الْحَدِيْثُ فِي اِصْطِلَاحِ مَنْ قَبْلَ التِّرْمِذِي اِمَّا صَحِيْحٌ وَ اِمَّا ضَعِيْفٌ وَالضَّعِيْفُ نَوْعَانِ مَتْرُوْكٌ وَضَعِيْفٌ لَيْسَ بِهٖ بِمَتْرُوْكٍ۔	امام ترمذی سے پہلے حدیث دو قسم پر ہوتی تھی ایک صحیح اور دوسری ضعیف اور ضعیف دو قسم تھی۔ ایک وہ جو قابل عمل تھی اور دوسری وہ جو قابل عمل نہ تھی۔

(نوٹ) امام ابن تیمیہ کے اس اظہار سے واضح ہو گیا کہ صرف لفظ ضعف دیکھ کر حدیث کے مردود ہونے کا یقین کر لینا اصل حقیقت سے ناواقف ہونے کی بڑی زبردست دلیل ہے ۔

ایک نکتہ

محدثین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس ضعیف حدیث کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور بلا انکار سب لوگ اس پر عمل پیرا ہو گئے ہیں تو وہ متواتر کے قریب ہو جاتی ہے دیکھو مقدمہ فتح الملہم ۔

وَكَذَا اِذَا تَلَقَّتِ الْاُمَّةُ بِالْقُبُوْلِ يَعْمَلُ بِهٖ حَتّٰى اَنَّهٗ يُنْزَلُ بِمَنْزِلَةِ الْمُتَوَاتِرِ۔	اور اسی طرح جس ضعیف حدیث کو تمام امت نے قبول کر لیا ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔

صحیح بات یہی ہے یہاں تک کہ اس کو
متواتر کی جگہ اتارا جاتا ہے۔

(نوٹ) جب کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کے بارے دستیاب نہیں ہوتی اور کیفیت نماز میں آنحضور سے دست بستہ نماز پڑھنے کی احادیث بکثرت موجود ہیں بعض ان میں قولی ہیں تو بعض ان میں فعلی ہیں۔ اور بعض ان میں تقریری ہیں مرفوع بھی ہیں۔ اور موقوف بھی ہیں۔ صحیح بھی ہیں تو حسن بھی ہیں۔ پس دست بستہ نماز پڑھنے کی ضعیف احادیث کو بھی کیوں نہ متواتر کے درجے میں تسلیم کر لیا جائے درانحالیکہ تمام امت کے عمل کی بھاری تائید بھی ان کو حاصل ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات میں بھی عورتیں کھلے ہاتھوں نماز نہیں پڑھتیں۔ ارسال الیدین کا مسئلہ خاص مردوں کے لئے ہے۔ عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور شیعہ مرد بھی آج کل کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے ہیں اگلے زمانے میں شیعہ مرد بھی دست بستہ نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ حسب عقیدہ شیعہ اگلے زمانے کے لوگ تقیہ میں وقت گزارتے تھے یہی وجہ ہے کہ بارہ اماموں میں سے کسی امام نے حالات ائمہ کرام اور ان کے تلامذہ عظام سب کے سب پابند تقیہ تھے تو پھر وہ کھلے ہاتھوں نماز کیسے پڑھ سکتے تھے۔ ثابت ہو گیا کہ بارہ امام دست بستہ نماز پڑھتے تھے پس ہمارا دعوے کہ تمام امت دست بستہ نماز پڑھتی تھی۔ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا یہ ہماری تعامل ہے جو ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی متواتر کے درجے تک پہنچا سکتا ہے اور

حدیث متواتر میں اسناد کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی۔

مصنف ارسال الیدین نے مذکورہ بالا سات احادیث میں سے بعض کی سند پر اعتراض کیا ہے۔ مگر بعض تو ان میں ایسی مضبوط ہیں کہ ان کی سند کے راویوں پر اعتراض کرنا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی وہ حدیث جو کہ سہیل بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے نیز وائل بن حجر کی حدیث بھی نہایت مضبوط ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے اس کے راویوں پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ اگر ناظرین الفاروق دست بستہ نماز پڑھنے کی تمام احادیث کو یک جا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو الفاروق بابت ۱۵ جون ۱۹۵۱ء و یکم جولائی ۱۹۵۷ء کا مطالعہ کریں۔ ان دونوں شماروں میں الفاروق کے دست بستہ نماز پڑھنے پر بارہ احادیث پیش کی گئی ہیں اور شیعہ استدلالات کے جوابات نہایت اطمینان بخش طریقے سے بیان کئے گئے ہیں دفتر الفاروق چوکیرہ اور دفتر الفاروق کچہری بازار سرگودھا سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

(نوٹ)

جناب علی اظہر صاحب لکھنوی کے ارسال الیدین کا جواب بفضلہٖ تعالیٰ مکمل ہو چکا ہے۔ اختتام رسالہ پر آپ نے حسب دستور شیعہ کی کچھ بے فائدہ باتیں ذکر کی ہیں۔

اگر انہیں خرافات سے تعبیر کیا جائے تو موزوں ہو گا۔ امام ابوحنیفہ پر ناجائز حملے کئے ہیں ان کے جوابات کچھ مناسب معلوم نہیں ہوئے

کیونکہ آدمی کو کچھ نہ کچھ تو دائرہ تمیز میں رہنا چاہیئے۔ علی اظہر صاحب کے تو اصول ہی ایسے ہیں جو آپ کو اس قسم کی تحریرات کی اجازت دیتے ہیں مگر ہمارے اصول ہمیں اس قسم کی تحریر کی اجازت نہیں دیتے اس لئے خرافات کے جوابات سے کنارہ کشی اختیار کی گئی ہے۔

مولوی سعدی مرحوم کے ایک شعر پر الجمال والکمال یوضع الیمین علے الشمال فی حضرۃ ذی الجلال کو ختم کرتا ہوں۔

ے گر نیاید بگوشِ رغبت کس
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

امام مالک رح کا مذہب

پچھ لوگوں نے دانستہ اور بعض نے نادانستہ اس بات کو شہرت دینے میں بڑی مستعدی کا اظہار کیا کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا تھا۔ حالانکہ یہ افواہ حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ فقہ مالکی کی مشہور اور مستند کتاب مدونتہ الکبریٰ میں امام صاحب کے مذہب کی وضاحت موجود ہے۔ چنانچہ مدونہ ج ۱ صفحہ ۷۴ پر مذکور ہے :-

عن ابن وھب عن سفیان الثوری عن غیرہ احد من اصحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھم رادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضعا یدہ الیمنیٰ علی یدہ الیسریٰ فی الصلوٰۃ	حضرت وہب حضرت سفیان ثوریؒ اور وہ متعدد صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ان صحابہ رضؓ نے نبی کریمؐ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپؐ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

یہ حدیث فعلی ہے جس سے فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ رضؓ ظاہر ہے کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس باب کا عنوان ہے : الاعتماد فی الصلوٰۃ والاتکاء و وضع الید علی الید یعنی اس باب میں دو امور پر بحث کی گئی ہے۔ اوّل قیام کے لئے اُٹھنے پر سہارا لینا۔ دوم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا۔ جس سے ظاہر ہے کہ اعتماد یعنی سہارا لے کر اُٹھنا اور چیز ہے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور چیز ہے۔

اس کی شرح میں اسی صفحہ ۷۴ پر درج ہے۔

قولہ فی وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ قال اشھب انہ لا باس بہ فی الفریضۃ والنافلۃ والحدیث ولانھا وفقۃ للعبد الذلیل لمولاہ جلیل۔

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کے متعلق علامہ اشہب کہتے ہیں کہ یہ فرض اور نفل دونوں میں حدیثِ رسول کے مطابق صحیح ہے اور بندہ ذلیل کی اپنے رب جلیل کے سامنے کھڑے ہونے کی یہی حالت ہونی چاہئے۔

کسی حاکم کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہونا جب تکبر کی دلیل ہے تو احکم الحاکمین کے سامنے ایسا کھڑا ہونا عاجزی کی دلیل کیسے بن جائے گا۔

فقہاء نے تو ہاتھ کھول کر کھڑا ہونے کی ہیئت کو نماز کی ہیئت میں شمار ہی نہیں کیا۔ احناف کے نزدیک تو ہاتھ لٹکا کر کھڑا ہونا عملِ کثیر میں داخل ہے عملِ کثیر کی تعریف یہ ہے کہ ایسا عمل جسے باہر سے کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ ہاتھ کھولے رکھنا تو عام عادت ہے بھلا وہ نماز کی ہیئت شمار ہو سکتی ہے ؟

چند آیاتِ قرآنی سے استدلال

ایک شیعہ عالم نے ایک دفعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کی دلیل میں یہ آیت پیش کی۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُھُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَیَقْبِضُوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں شئے واحد ہیں۔ برائی کا حکم کرتے اور نیکی سے روکتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے

اَیْدِیَھُمْ۔ ہاتھ روکتے ہیں۔

فرمایا دیکھو آیت سے ظاہر ہے کہ منافق ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ کہ منافقوں سے مشابہت نہ ہو۔

الجواب: (۱) آیت میں نماز کا تو کہیں ذکر نہیں۔ آپ نے قرآن میں اضافہ کیا۔ اور قرآن میں کمی بیشی کرنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

(۲) آیت سے مراد یہ ہے کہ منافق لوگ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں، اس کی دلیل خود آیت میں موجود ہے کہ منافق نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔ اور نماز تو اعلیٰ درجے کی نیکی اور عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ منافق نیکی سے روکتے ہیں تو نماز جو اعلیٰ درجے کی نیکی ہے اس سے نہ روکتے ہیں نہ رکتے ہیں۔ بلکہ خود پڑھتے ہیں۔ البتہ خفیہ طور پر لوگوں کو اس سے بھی روکتے تھے۔

(۳) ذرا یہ تو سوچئے کہ منافق ہوتا کون ہے؟ وہی جو اندر سے کافر اور بدترین دشمنِ اسلام ہوتا ہے۔ مگر اس دشمنی کو چھپانے کے لئے مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے اور مسلمانوں جیسے کام کرتے تھے تاکہ پہچان نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی علامت، نماز ہی تو تھی۔ اگر وہ نماز نہ پڑھتے تو ان کا نفاق کیسے چھپ سکتا تھا؟ اس لئے وہ اپنا خبثِ باطن چھپانے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں جیسی ہی نماز پڑھتے تھے۔ لہٰذا انہیں باندھ کر ہی نماز پڑھنی ہوتی تھی کیونکہ مسلمانوں کی نماز کی ہیئت یہی تھی۔ اور یہی ہے اور یہی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اس نماز کی حقیقت بھی واضح کر دی۔

اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ یعنی منافق نماز کے لئے بڑی سستی سے

قاموا کسالی یراؤن الناس ۔

اُٹھتے ہیں اور وہ بھی صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے آتے ہیں ۔

اور ولا یأتون الصلوٰۃ الا وھم کسالی

ظاہر ہے کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے وہی نماز پڑھتے تھے جیسے مسلمان پڑھتے تھے ۔یعنی ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے ۔ہوسکتا ہے منافقوں کا اصل مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہو مگر مسلمانوں کے ساتھ جب پڑھتے تو تقیہ کرکے ہاتھ باندھ کر ہی پڑھتے تھے ۔

(۴) مولوی صاحب! جب ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فعلِ منافقین ہے تو کیا شیعہ عورتیں ساری منافق ہوتی ہیں؟ وہ کیوں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتی ہیں؟ پھر ان منافقوں کی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والی شیعہ عورتوں کی اولاد کس زمرے میں داخل ہوتی ؟

آیت ۱۲ وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا

یہود نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں (خرچ کرنیسے) مگر اصل یہ ہے کہ یہود کے ہاتھ راہِ خدا میں خرچ کرنیسے باندھے ہوئے ہیں۔ اللہ کے متعلق ان کے یہ کہنے سے لعنت کی گئی ۔

شیعہ مولوی بشیر نے کہا دیکھو! ہاتھ باندھنا یہودیوں کا فعل ہے ۔

الجواب:۔(۱) آپ کے سوال کا جواب تو آیت کے اس اگلے جملے میں جو آپ پڑھنے کی جرأت نہ کرسکے وہ جملہ یہ ہے :۔

بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء ۔

یعنی اللہ تعالے کے دستِ قدرت کشادہ ہیں جیسے چاہتا ہے مخلوق پر خرچ کرتا ہے

یعنی مخلوق کو رزق دینے اسے پالنے میں اس کا دستِ کرم اتنا کشادہ ہے کہ مخلوق کی ہر نوع اور ہر نوع کا ہر فرد اس کے خوانِ کرم سے روزی حاصل کر رہا ہے۔ بھلا یہاں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے اور کھولنے کی کیا تُک ؟

(۲) اگر اللہ تعالےٰ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے (معاذ اللہ) تو اس کا معبود کون ہے ؟ اور کیا اللہ تعالےٰ مخلوق ہے جو خالق کی عبادت کا محتاج ہے ؟

(۳) سنی حضرات ! ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم گردن کے گرد ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہو شیعہ مولوی صاحب یہی کہہ رہے ہیں۔

مولوی صاحب ! میں نے کب کہا ہے ؟

الجواب : مولوی صاحب غلّ کے معنی کیا ہیں۔

کبھی قرآن کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ؟ یہ دیکھئے۔ ولا تجعل مغلولة الی عنقك یعنی خرچ سے روک کر ہاتھوں کو گردن پر نہ باندھ لو۔ اسی طرح اعتدنا الکفرین سلاسل واغلالا ۔ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق تیار کر رکھے ہیں۔ اور طوق گردن کے گرد ہی ہوتا ہے۔

(۴) ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا بقول آپ کے یہودیوں کی روش ہے اور یہودی ملعون ہیں تو کیا خیال ہے آپ کا شیعہ عورتوں کے متعلق ؟ اپنی زبان سے ان کے حق میں بھی یہی دونوں لفظ فرما دیجئے۔ آیت ۳۱

الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السموت والارض والطیر صافات کل قد علم صلوتہ وتسبیحہ	کیا تو نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اس کی تسبیحیں کہتی ہے۔ اور پرندے پروں کو کھولے اڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہر چیز کی تسبیح اور نماز کو جانتا ہے۔

شیعہ مولوی فیض محمد صاحب ریل گاڑی میں بیٹھے لوگوں کو تبلیغ کر رہے تھے

کہ دیکھوں یہ فطری طریقہ ہے جو پرندوں نے اختیار کر رکھا ہے، انسانوں کو بھی چاہیئے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کریں۔

الجواب :۔ میں بھی اسی کمرے میں بیٹھا تھا پوچھا مولوی صاحب! پرندے تو حیوان ہیں۔ ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا انسانوں کا نہیں بلکہ حیوانوں کا کام ہے۔ دوسرا یہ کہ مسلمان رسول کریمؐ کے تابع ہیں یا حیوانوں کے مقلد ہیں۔

۲۔ مولوی صاحب! نماز کے لئے وضو شرط ہے اگر انسان کو نماز پڑھنے کا طریقہ پرندوں سے ہی سیکھنا ہے تو وضو کا طریقہ بھی انہی سے سیکھنا پڑے گا۔ ذرا پرندوں کو وضو کرنے کے سلسلے میں بھی کوئی آیت تلاوت فرمادیں۔

۳۔ اگر پرندوں کی ہی نقل کرنی ہے تو پوری نقل کریں وہ تو اپنے پروں کو دائیں بائیں پھیلا کے اڑتے ہیں۔ آپ بھی بازو لٹکا کے نہیں، بلکہ دائیں بائیں پھیلا کے نماز پڑھا کریں۔
پھر وہ پروں کو اوپر نیچے حرکت دیتے ہیں آپ ہی اسی طرح کیا کریں۔
پھر پرندے اڑتے اڑتے بیٹ بھی کرتے رہتے ہیں، آپ بھی نماز پڑھتے پڑھتے ہگنے موتنے کا فعل کرکے پرندوں کی پوری نقل کیا کریں۔

۴۔ آیت میں دو لفظ ہیں ایک تسبیح دوسرا صلوٰۃ
تسبیح عام ہے جو تمام جانداروں کو شامل ہے اور صلوۃ صرف مکلفین کے لئے ہے۔
اس لئے آدمی کو خواہ مخواہ حیوان بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۴

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْن جس طرح تمہیں پیدا کیا اسی طرح تمہیں لوٹائے گا۔

مولوی باقر شاہ صاحب نے فرمایا کہ آدمی پیدا ہوتا ہے، ہاتھ کھلے ہوتے ہیں۔ مرتا ہے ہاتھ کھلے ہوتے ہیں، لہٰذا نماز بھی کھلے ہاتھوں پڑھنی چاہیئے۔

الجواب :۔ انسان پیدائش کے وقت نہ عاقل ہوتا ہے نہ مکلف، اور پیدائش کے وقت حکمی پلیدی سے ملوث ہوتا ہے اور موت کے وقت بھی مکلف نہیں رہتا۔
تو مکلف کو غیر مکلف کی حالت پر قیاس کرنا جہالت کا کمال ہے۔

آیت نمبر ۵

وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ اور چاہیئے کہ صحابہ اپنا بچاؤ کا خیال اور اسلحہ پاس رکھیں

مولوی مرزا یوسف نے فرمایا کہ نماز میں ہاتھ کھلے نہ ہوں تو ہتھیار کیسے پکڑ سکتا ہے، لہذا ثابت ہوا کہ صحابہ کو حکم ہوا کہ نماز میں ہتھیار اپنے ہاتھوں میں رکھیں، لہذا کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا ثابت ہو گیا۔

الجواب:۔ ہتھیار اور پکڑنا۔ ان دونوں کو جمع کیجئے، پھر ہتھیاروں میں۔ تلوار نیزہ۔ تیر کمان سب شامل تھے۔ ہاتھ کھلے ہوں یا باندھے ہوں ان ہتھیاروں کو پکڑنے کا ذرا تصور کیجئے۔ کوئی صورت بنتی ہے۔ قیام ہے رکوع ہے۔ سجدہ ہے۔ ذرا ہاتھوں میں ہتھیار پکڑ کے یہ تینوں ارکان ادا کر کے دیکھئے۔

قرآن کی مراد یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت ہتھیار پاس رکھیں، قیام گاہ میں نہ چھوڑ جائیں۔ اپنی حفاظت کا بندوبست کریں۔ ایسا نہ ہو کہ نماز کی حالت میں دشمن حملہ کر دے اور تم ہتھیار لینے کے لئے اپنی قیام گاہ کی طرف دوڑنے لگو۔

ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا یہ ثبوت تو بالکل ایسا ہے جیسا کسی نے کہا تھا۔

"علم سائیسی دریا ؤ ہے کہیں کا ٹانکا کہیں لاگت ہے۔"